حضورِ اقدس صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے والدینِ کریمین کے احوال و آثار
کمالات و اوصاف اور فضائل کا ایمان افروز تذکرہ

آخری نبی صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے والدینِ کریمین

والدِ مصطفٰے جنتی جنتی
مادرِ مصطفٰے جنتی جنتی
والدینِ مصطفٰے جنتی جنتی

شعبہ ماہنامہ خواتین بتعاون شب و روز دعوت اسلامی

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کریمین کے احوال و آثار

کمالات و اوصاف اور فضائل کا ایمان افروز تذکرہ

آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین

مؤلف: مولانا ابرار اختر قادری عطاری

پیش کش

المدینۃ العلمیۃ

Islamic Research Center

(شعبہ ماہنامہ خواتین)

(بتعاون شعبہ شب و روز دعوتِ اسلامی)

کتاب پڑھنے کی دعا

دینی کتاب یا اسلامی سبق پڑھنے سے پہلے ذیل میں دی ہوئی دعا پڑھ لیجئے

ان شاء اللہ جو کچھ پڑھیں گے یاد رہے گا۔ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا حِكْمَتَكَ وَانْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام

(المستطرف، ج1، ص40 دار الفکر بیروت)

(اول آخر ایک بار درود شریف پڑھ لیجئے)

نام رسالہ	:	آخری نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والدین کریمین
تصنیف	:	مولانا ابرار اختر قادری عطاری
صفحات	:	88
اشاعتِ اول	:	ربیع الاول 1444ھ، ستمبر 2023ء
پیش کش	:	شعبہ ماہنامہ خواتین بتعاون شب و روز دعوتِ اسلامی (اسلامک ریسرچ سینٹر، دعوتِ اسلامی)

ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) میں مئی 2022 سے لے کر جون 2023 تک آخری نبی، محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والدین کریمین کی سیرت کا سلسلہ جاری رہا۔ جو الحمد للہ! اب افادۂ عام کی خاطر یکجا کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ پاک اپنے حبیب کے صدقے یہ خدمت قبول فرمائے۔

شعبہ ماہنامہ خواتین المدینۃ العلمیہ (اسلامک ریسرچ سینٹر، دعوتِ اسلامی)

فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ط
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

آخری نبی کے والدین کریمین

دس رحمتیں نازل ہوں گی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا یعنی جو مجھ پر ایک بار دُرُود پڑھے، اللہ پاک اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔[1]

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب　　　صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

رسولِ کریم کے والد ماجد

نام

آخری نبی، محمد عربی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے والدِ ماجد کا نام عبد اللہ ہے۔

عبد اللہ نام رکھنے کی وجہ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا یہ نام کیوں رکھا گیا، اس کے متعلق علامہ حلبی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اللہ پاک نے حضرت عبد المطلب کو خصوصی ہدایت فرمائی تو انہوں نے اپنے بیٹے کا نام وہ رکھا جو اللہ پاک کو سب ناموں سے زیادہ پسند ہے۔[2]

کنیت

حضرت عبد اللہ کی کنیت ابو محمد، ابو احمد اور ابو قُثَم ہے، قُثَم حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا

---

❶ مسلم، ص172، حدیث:912
❷ سیرت حلبیہ، 1/48

ہی ایک نام ہے، جس سے مراد وہ ہستی ہے جو خیر و بھلائیوں کی جامع ہو۔[1]

لقب

نیز آپ کو ذبیح کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک بار حضرت عبد المطلب نے نذر مانی کہ اگر ان کے 10 بیٹے ہوں اور وہ بڑے ہو کر قریش کی حفاظت کریں تو ان میں سے ایک کو بیت اللہ کے قریب ذبح کریں گے۔ جب ان کی منت پوری ہوئی تو انہوں نے اپنے بیٹوں کے نام کا قرعہ ڈالا قرعہ حضرت عبد اللہ کے نام نکلا۔ جب آپ اپنی نذر پوری کرنے کے لئے انہیں ذبح کرنے لگے اور یہ بھی تیار ہو گئے تو قریش نے عرض کی: ایسا نہ کیجئے، آپ اگر ایسا کریں گے تو ہر شخص اپنے بچّے کو لا کر ذبح کرے گا۔ لہٰذا سب نے باہمی اتفاق سے ایک کاہنہ عورت سے سارا ماجرا بتا کر حل طلب کیا تو وہ بولی: لڑکے اور اونٹوں کی اتنی تعداد جو دِیت کے لئے مقرّر ہے، کے درمیان قرعہ اندازی کرو، اگر لڑکے کے نام قرعہ نکلے تو اونٹوں کی مقدار بڑھاتے جاؤ یہاں تک کہ تمہارا رب راضی ہو جائے اور اونٹوں پر قرعہ نکل آئے، جب ایسا ہو تو اتنی تعداد میں اونٹ ذبح کر دینا۔ پھر قرعہ اندازی ہوئی تو حضرت عبد اللہ کا نام آیا۔ دس اونٹ زیادہ کئے اور بڑھاتے گئے، جب اونٹوں کی تعداد 100 ہوئی تو ان کے نام قرعہ نکلا۔ سب نے حضرت عبد المطلب کو مبارک دی تو فرمانے لگے: اللہ کی قسم! تین بار اونٹوں کا نام نکلے گا تب ہی میں تسلیم کروں گا۔ لہٰذا اس کے بعد ہر بار اونٹوں پر ہی قرعہ نکلا۔[2] چنانچہ حضرت عبد المطلب نے صفا و مروہ کے درمیان 100 اونٹوں کو قربان کر دیا۔

---

1. النہایہ فی غریب الاثر، 4/27
2. سیرت ابن ہشام، ص64

الغرض یہ ایک ہی واقعہ نہیں جس میں اللہ پاک نے حضرت عبد اللہ کی حفاظت فرمائی۔ چنانچہ دو مزید واقعات ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبد اللہ کی شہادت کی سازشیں

آسمانی کتابوں کے عالم اس جستجو میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح ان علامتوں کو معلوم کر لیں جو حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری اور ولادت کا اظہار کرتی ہوں۔ چنانچہ جس رات حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے اسی وقت شام کے علمائے اہل کتاب کو اس کا علم ہو گیا، کیونکہ ان لوگوں کے پاس وہ جبہ مبارک موجود تھا جس کو پہنے ہوئے حضرت یحییٰ علیہ السّلام شہید ہوئے تھے اور ان کی آسمانی کتب میں لکھا ہوا تھا کہ جس دن اس جبے پر خون کے دھبے تازہ ہو جائیں تو یہ آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے والد ماجد کی پیدائش کی علامت ہے۔ لہٰذا جب ایسا ہی ہوا تو انہیں یقین ہو گیا حضور کے والد پیدا ہو گئے ہیں۔ (چونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ نبوت ان سے چھین کر کسی اور کو دی جائے) چنانچہ وہ حضرت عبد اللہ کو شہید کرنے کے ارادے سے مکہ کی طرف چل پڑے مگر اللہ پاک نے حضرت عبد اللہ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا اور وہ واپس لوٹ گئے، اس کے بعد جو بھی مکہ سے ان کے پاس ملک شام آتا وہ حضرت عبد اللہ کے متعلق اس سے پوچھتے تو انہیں بتایا جاتا کہ حضرت عبد اللہ تو گویا ایک نور ہیں جو قریش میں چمک رہے ہیں۔[1]

تاریخ خمیس میں ہے کہ وہ یہ سن کر کہتے کہ یہ نور حضرت عبد اللہ کا نہیں بلکہ ان کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ہے۔[2]

---

1. شرف المصطفیٰ، 1/339
2. تاریخ الخمیس، 1/182

وہ لوگ چونکہ بخوبی پہچان چکے تھے کہ حضرت عبد اللہ ہی آخری نبی کے والد ہیں، لہٰذا انہوں نے بعد میں بھی آپ کو شہید کرنے کی کوششیں جاری رکھیں، مگر جب بھی انہوں نے مکہ کا رخ کیا ناکام ہی لوٹے، ایسا ہی ایک واقعہ حضرت عبد اللہ کی جوانی میں بھی پیش آیا۔ چنانچہ،

منقول ہے کہ ملک شام کے تقریباً 70 یہودیوں نے عہد کیا کہ حضرت عبد اللہ کو شہید کئے بغیر واپس نہ لوٹیں گے اور انہوں نے اپنی اپنی تلوار کو زہر آلود بھی کر لیا، جب وہ اپنے برے ارادے کی تکمیل کے لیے مکہ کی طرف چلے تورات کو سفر کرتے اور دن کو کسی جگہ چھپ کر آرام کرتے۔ آخر وہ مکہ پہنچ کر موقع کی تلاش میں تھے کہ حسن اتفاق سے ایک دن حضرت عبد اللہ تنہا شکار کے لیے مکہ سے باہر تشریف لائے اور ان بدبختوں نے موقع غنیمت جان کر حملہ کر دیا۔ یہ سب کچھ دور سے حضرت آمنہ کے والد ماجد وہب بن عبد مناف زہری نے دیکھا جو خود بھی شکار کے لئے آئے ہوئے تھے تو ان کی روایتی غیرت و حمیت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ ان کی قوم کا ایک فرد دشمنوں کے ہاتھوں مارا جائے۔ لہٰذا وہ آپ کی مدد کے لئے لپکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان سے کچھ ایسے لوگ اتر رہے ہیں جو انسانوں جیسے نہ تھے اور انہوں نے آتے ہی ان قاتلوں کو قتل کر دیا۔[1]

حضرت عبد اللہ کی شادی کا سبب

گھر واپس آکر وہب بن عبد مناف زہری نے اپنی زوجہ کو سارا واقعہ بتایا اور فرمایا کہ جاؤ اور حضرت عبد اللہ سے اپنی بیٹی آمنہ کی شادی کی بات کرو، اس سے پہلے کہ کوئی اور یہ فضیلت پا لے۔ ادھر حضرت عبد المطلب بھی حضرت عبد اللہ کیلئے جیسی دلہن کی تلاش

---

1 شرف المصطفیٰ، 1/339

میں تھے، وہ ساری خوبیاں حضرت آمنہ میں موجود تھیں۔ لہٰذا وہ بھی اس رشتے پر فوراً راضی ہوگئے اور یوں حضرت عبد اللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما کی شادی ہوگئی۔[1]

اس شادی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حضرت عبد المطلب تجارت کیلئے سردیوں میں یمن گئے تو وہاں ایک یہودی عالم کے ہاں ٹھہرے، ایک دن اچانک اس نے بڑی سنجیدگی سے آپ کے جسم کے بعض حصے دیکھنے کی اجازت مانگی تو آپ نے بھی ازراہِ مذاق کہا: ستر کے علاوہ دیکھ لو۔ مگر وہ واقعی ناک کے دونوں نتھنوں کو کھول کر دیکھنے لگا اور پھر بولا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے ایک ہاتھ میں بادشاہی اور دوسرے میں نبوت ہے، مگر میں یہ بنی زہرہ میں دیکھ رہا ہوں، اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے لا علمی کا اظہار کیا تو وہ بولا: کیا آپ نے بنی زہرہ کی کسی خاتون سے شادی کی ہے؟ نفی میں جواب پا کر اس نے مشورہ دیا: واپس جا کر فوراً بنی زہرہ میں شادی کر لیجئے گا۔[2] مگر واپس آکر آپ کے ذہن سے یہ بات اتر گئی، لیکن جب حضرت عبد اللہ کے ساتھ شکار والا واقعہ ہوا اور اس پر بنی زہرہ سے رشتہ بھی آگیا تو آپ فوری راضی ہوگئے۔

علامہ طبری لکھتے ہیں:

حضرت عبد المطلب اپنے بیٹے عبد اللہ کے ساتھ وہب بن عبد مناف کی طرف گئے اور ان کی شادی آمنہ بنت وہب سے کر دی۔ ایک قول کے مطابق حضرت آمنہ اپنے چچا وہیب کی پرورش میں تھیں، حضرت عبد المطلب وہیب کے پاس آئے اور اس کی بیٹی ہالہ کو اپنے لیے اور حضرت آمنہ کو اپنے بیٹے کے لئے مانگا، یوں دونوں باپ بیٹے کا نکاح ایک ہی

---

(1) شرف المصطفیٰ، 1/339

(2) دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، 1/129 و شرف المصطفیٰ، 1/346

مجلس میں ہوا اور حضرت آمنہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جبکہ حضرت ہالہ سے حضرت حمزہ اور حضرت صفیہ پیدا ہوئے۔[1]

حضرت عبد اللہ کی شادی پر دیگر عورتوں کی حالت

حضرت عبد اللہ رضی اللہُ عنہ کی حضرت آمنہ رضی اللہُ عنہا سے شادی دیگر عورتوں کے لئے بہت گراں ثابت ہوئی۔ جیسا کہ امام زرقانی رحمۃُ اللہِ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہُ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ شادی ہوئی تو بنی مخزوم و بنی مناف کی تقریباً 200 عورتیں ایسی تھیں جنہوں نے حضرت عبد اللہ سے شادی نہ ہونے کے غم میں زندگی بھر شادی نہ کی، جبکہ جس رات شادی ہوئی وہ رات تمام قریشی عورتوں پر اتنی گراں تھی کہ یہ سعادت نہ ملنے پر وہ سب بیمار ہو گئیں۔[2]

حضرت عبد اللہ کا حسن و جمال

ایسا کیوں نہ ہوتا! حضرت عبد اللہ تھے ہی اتنے حسین و جمیل، بلکہ حسن میں مماثلت کی بنا پر آپ کو وادی بطحا کا یوسف کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ آپ اپنے تمام بھائیوں میں سب سے زیادہ عفیف، حسین اور قریش کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔[3] چنانچہ آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت عباس رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں: جب میرے بھائی حضرت عبد اللہ پیدا ہوئے تو ان کے چہرے پر نور ایسے چمکتا تھا جیسے سورج کا نور ہو۔[4]

---

1. ذخائر العقبی للطبری، 1/258
2. شرح زرقانی، 1/193
3. سیرت حلبیہ، 1/48
4. سیرت حلبیہ، 1/58

ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ کے رخِ زیبا میں چمکتے ہوئے ستارے کی طرح نور نظر آتا تھا۔[1] ایک روایت میں ہے کہ آپ قریش میں سب سے زیادہ حسنِ اخلاق والے اور خوبصورت تھے، کیونکہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نور آپ کے چہرے میں نظر آتا تھا۔[2]

تاریخِ خمیس میں ہے کہ حضرت عبد اللہ قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے، یہاں تک کہ قریش کی ہر عورت آپ پر فدا تھی، قریب تھا کہ وہ ان کی محبت میں اپنے ہوش کھو بیٹھتیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کو تقریباً ویسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑا جن کا سامنا حضرت یوسف علیہ السّلام کو اپنے زمانے کی عورتوں کی طرف سے کرنا پڑا تھا۔[3] کیونکہ جب حضرت عبد اللہ کے حسن و جمال کا شہرہ عام ہوا، مزید آپ کے ذبح و فدیہ والا واقعہ بھی آپ کی شہرت کا باعث ہوا تو قریش کی عورتیں ان کے جمال و وصال کی طالب بن کر سرِ راہ کھڑی ہو جاتیں اور انہیں اپنی طرف بلاتیں مگر اللہ پاک نے انہیں محفوظ رکھا۔[4] چنانچہ اس کی ایک مثال پیشِ خدمت ہے:

100 اونٹ کے بدلے کچھ وقت مجھے دے دیجئے

جب حضرت عبد اللہ اپنے والد ماجد کے ساتھ نکاح کی غرض سے جا رہے تھے تو راستے میں ورقہ بن نوفل کی بہن کعبہ شریف کے پاس کھڑی ہوئی ملی، اس نے جب آپ

---

1. سیرت حلبیہ، 1/58
2. سیرت حلبیہ، 1/48
3. تاریخ الخمیس، 1/331
4. مدارج النبوۃ، 2/26 مترجم

کے چہرۂ مبارک پر چمکتے نور کو دیکھا تو اس نور کو پانے کے لئے آپ کو ورغلاتے ہوئے یہ پیش کش کی: جو 100 اونٹ آپ کے بدلے قربان کئے گئے ہیں وہ میں آپ کو دیدوں گی بس کچھ وقت مجھے دے دیجئے۔ مگر آپ شرم وحیا کی وجہ سے وہاں سے چلے گئے، دوسرے دن جب وہاں سے گزرے تو اسی عورت کو دیکھ کر فرمانے لگے: کیا کل والی آفر آج بھی موجود ہے؟ (کیونکہ آپ بھی اپنی پیشانی کے نور کی عظمت کو بخوبی جانتے تھے، لہٰذا جب بی بی آمنہ اس نور کی امین بن گئیں تو آپ نے از راہِ تمسخر اس عورت سے یہ بات کہی) تو وہ بولی: آج مجھے آپ کی کوئی حاجت نہیں، کیونکہ کل شام جو نور آپ کی پیشانی میں جلوہ گر تھا وہ آج موجود نہیں۔[1]

حضرت عبد اللہ کے چہرے کا نور بی بی آمنہ نے پالیا

ایک واقعہ امام طبری نے قبیلہ خثعم کی فاطمہ نامی ایک ایسی کاہنہ عورت کے متعلق بھی ذکر کیا ہے جو آسمانی کتب کا علم رکھتی تھی۔ چنانچہ جب آپ اس کے پاس سے گزرے اور اس نے آپ کے چہرۂ مبارک پر چمکتے نور کو دیکھا تو اس نے بھی آپ کو مال کے بدلے ورغلانے کی کوشش کی مگر آپ نے یہ جواب دیا: حرام کے ارتکاب سے موت بہتر ہے اور یہ فعل حلال بھی نہیں تو پھر جو تم چاہتی ہو وہ کیسے ہو سکتا ہے؟ بہر حال آپ یہ فرما کر چلے گئے اور پھر حضرت آمنہ سے شادی کے تین دن بعد ادھر سے گزرے تو اسی عورت کو دیکھ کر پوچھا کہ کیا اب بھی تمہاری آفر برقرار ہے؟ تو وہ بولی: میں کوئی بدکار عورت نہیں، بلکہ میں نے تو آپ کی پیشانی میں چمکتے نور کر دیکھ کر یہ خواہش کی تھی کہ اے کاش وہ نور مجھے حاصل ہو جاتا، مگر اللہ پاک کو یہ منظور نہ تھا کہ یہ سعادت مجھے نصیب ہو، اس

---

1. تاریخ طبری، 2/243 دار المعارف بمصر

نے جسے چاہا اسے عطا فرما دیا۔ پھر اس نے چند اشعار کہے جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:

میں نے دیکھا کہ اگرچہ بادل کا ٹکڑا ایک ہے مگر اس میں بجلی کی چمک نے جہاں بھر کے تمام بادلوں کو روشن کر دیا، پھر ان بادلوں کی روشنی نے چودھویں کے چاند کی طرح ارد گرد کی ہر شے کو منور کر دیا۔ میں تو بس وہی نور پانا چاہتی تھی تاکہ اس پر فخر کر سکوں، مگر ضروری نہیں کہ چقماق پتھر سے ہر ایک آگ جلانے میں کامیاب ہو جائے۔ بخدا! آپ کو معلوم ہی نہیں کہ بنی زہرہ کی اس خاتون نے آپ سے کیا چیز لے لی ہے، اے بنی ہاشم! تمہارے بھائی عبد اللہ کے چہرے سے چمکتے نور کو آمنہ بی بی نے تنہائی کے چند لمحات میں اپنے اندر جذب کر لیا ہے جیسے چراغ کی بتی تیل چوس کر اس کی روشنی کو ختم کر دیتی ہے۔ انسان کو حاصل ہونے والی نعمتیں ضروری نہیں کہ اس کی دانائی و کوشش سے حاصل ہوں اور نہ یہ ضروری ہے کہ جن نعمتوں سے وہ محروم ہے اس کا سبب اس کی غفلت و سستی ہی ہو۔ لہٰذا جب تمہیں کچھ چاہیے ہو تو اس کی چاہت میں سستی کا مظاہرہ کرو نہ زیادہ تیزی کا، بلکہ میانہ روی اختیار کرو، کیونکہ خوش بختی و بد بختی دونوں آپس میں باہم دست و گریبان ہیں، اگر بد بختی غالب آگئی تو ناکام ٹھہرو گے اور اگر خوش بختی کو غلبہ مل گیا تو پھر تمہارا اہر بگڑا کام بھی سنور جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بی بی آمنہ نے حضرت عبد اللہ کے چہرے کا نور پا لیا تو گویا انہیں ایک ایسا فخر حاصل ہو گیا جس میں ان کا دنیا میں کوئی ثانی نہیں۔[1]

حضرت عبد اللہ کی برکات و عجائبات

آپ کے ساتھ کئی عجائبات بھی پیش آئے جو آپ نے اپنے والد حضرت عبد المطلب

---

❶ تاریخ طبری، 2/244 دار المعارف بمصر

سے بھی ذکر کئے۔ مثلاً ایک مرتبہ آپ نے ان سے عرض کی: جب بھی میں وادی بطحا اور کوہِ ثبیر کی طرف جاتا ہوں تو میری پیٹھ سے دو حصوں میں منقسم ایک نور نکلتا ہے، ایک حصہ مشرق اور دوسرا مغرب کی طرف جاتا ہے، پھر یہ نور بادل کی طرح میرے سر پر جمع ہو جاتا ہے، پھر آسمان کے دروازے کھلتے ہیں، وہ آسمان میں داخل ہوتا اور پھر وہاں سے نکل کر دوبارہ میری پشت میں سما جاتا ہے۔ اسی طرح جب میں زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے: آپ کی پشت میں محمد عربی کا نور ہے، آپ پر سلام ہو۔ جب میں کسی خشک درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں تو وہ تر و تازہ ہو جاتا ہے اور اس کی ٹہنیاں مجھ پر جھک جاتی ہیں، پھر میرے وہاں سے جانے کے بعد اس کی حالت پہلے جیسی ہو جاتی ہے۔ یہ سب سن کر حضرت عبد المطلب نے فرمایا: اے میرے نیک بخت بیٹے! مجھے امید ہے کہ اللہ پاک تمہاری ذات سے ایک بابرکت بچہ پیدا کرے گا، کیونکہ میں نے اس سے پہلے ایسی کئی باتیں دیکھی ہیں اور خوابوں میں بھی مجھے بشارتیں دی گئی ہیں۔ [1]

وفات

آخر حضور کے انتہائی بہادر اور بہترین تیر انداز والد گرامی[2] 25 سال کی عمر میں مدینۂ منورہ میں بیمار ہونے کے بعد دارِ بقا کو کوچ فرما گئے اور وہیں تدفین بھی ہوئی۔ [3]

---

1. تاریخ الخمیس، 1/331
2. مدارج النبوۃ، 2/24 مترجم
3. المنتظم، 2/244 ماخوذاً

رسولِ کریم کی والدہ ماجدہ

زمانہ جاہلیت میں حسب نسب کی اہمیت

زمانہ جاہلیت میں عرب معاشرے میں عورتوں پر ظلم و ستم کی داستانوں، بلکہ انہیں زندہ در گور کرنے کے واقعات تو تاریخ کی کتب میں ملتے ہیں مگر اس دور میں عورتوں کی جو قدر اور عظمت عربوں کے دلوں میں موجود تھی اس کے متعلق تاریخ کے اوراق میں کچھ زیادہ نہیں ملتا۔ گویا اس وقت کے عرب معاشرے کے منفی پہلو کو اجاگر کرکے تصویر کا ایک رخ تو بیان کیا گیا مگر عورت کی تقدیس کے حوالے سے تصویر کے دوسرے رخ سے پہلو تہی کی گئی۔

اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ عرب ہمیشہ اپنے حسب و نسب پر فخر کرتے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے ہاں کسی بھی فرد کے معزز ہونے کا معیار اس کے حسب نسب پر ہی موقوف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب حسب نسب کا خاص خیال رکھتے اور اس پر کوئی سمجھوتہ نہ کرتے۔ جیسا کہ حضرت ابو الاسود دوئلی نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: میں نے تم پر تمہارے بچپن اور لڑکپن میں احسان کیا بلکہ اس وقت بھی احسان کیا جب تم پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کی: بچپن اور لڑکپن کی بات تو سمجھ میں آتی ہے، مگر ہماری پیدائش سے پہلے احسان سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: میں نے تمہارے لئے ایسی ماؤں کا انتخاب کیا جن کی وجہ سے تم پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔[1]

اسی طرح زمانہ جاہلیت کا مشہور دانشور اکثم بن صیفی اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے

---

(1) احکام القرآن لبکر بن العلاء- ط جائزۃ دبی، 1/383

کہتا ہے: اے میرے بیٹے! عورتوں کا ظاہری حسن و جمال تمہارے نسب کو مکدر نہ کر دے، کریم عورتوں سے نکاح عزت و شرف کا زینہ ہے۔[1] چنانچہ،

حضور کا حسب و نسب

اس تناظر میں اگر اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ جن ہستیوں کو حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے والدین بننے کا شرف حاصل ہونا تھا وہ حسب و نسب کے اعتبار سے کتنی عظیم ہوں گی! تو اس کے لئے وہ فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کافی ہے کہ جس میں آپ نے ارشاد فرمایا: میں عرب کے دو سب سے افضل قبیلوں بنی ہاشم و بنی زہرہ سے پیدا ہوا۔[2] یعنی حضور کا تعلق ماں باپ کی طرف سے جن دو قبیلوں سے تھا وہ اس وقت سب سے افضل تھے، باقی رہے آپ کے والدین کریمین تو وہ کس قدر عظیم ہستیاں تھیں، ان کے ناموں سے ظاہر ہے، جیسا کہ حضور کے والد کا نام عبد اللہ تھا، جس کا معنی بنتا ہے اللہ پاک کا بندہ، اللہ پاک کا عبد، یعنی عبادت اور بندگی کی طرف معنیٰ جاتا ہے جبکہ والدہ محترمہ کا اسم ذی شان آمنہ، جس کے معنیٰ میں سے امن و سکون اور پیار و محبت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ گویا ان دونوں ناموں کے معانی کو جمع کرو تو اللہ پاک کی عبادت اور امن و سکون نتیجہ نکلتا ہے، پھر ان کے وجودِ گرامی قدر سے جس مولودِ مسعود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی وہ پوری کائنات کے لئے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت اور امن و سکون کا پیغام لے کر آئے، یعنی سراپا رحمۃٌ للعالمین بن کر جلوہ گر ہوئے۔[3]

---

1. ادب الدنیا والدین، ص253
2. تاریخ ابن عساکر، 3/401
3. خاندان مصطفےٰ، ص189

حضور کے والد گرامی قدر کی مختصر سیرت گزشتہ صفحات میں ذکر ہوچکی ہے، آیئے! اب حضور کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کی سیرت کے بھی چند پہلوؤں کا جائزہ لے لیا جائے۔

بی بی آمنہ کی عظمت

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ اس ہستی کی والدہ ہونے کا شرف ملنے والا تھا جو تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہے، لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ آپ ان تمام اوصاف سے متصف تھیں جو کہ سرورِ انبیا کی ماں کے شایانِ شان ہونا چاہیئے تھے۔ جیسا کہ امام بیہقی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: بی بی آمنہ نہایت پارسا، پرہیز گار، طہارتِ نفس، شرافتِ نسب اور عزت و وجاہت والی صاحبِ ایمان خاتون تھیں۔ آپ قریش کی عورتوں میں حسب نسب اور فضیلت میں سب سے ممتاز تھیں۔(1)

ایک کاہنہ کی پیشین گوئی

حضرت آمنہ کے والد وہب کی پھوپھی سودہ بنت زہرہ قبیلہ قریش کی کاہنہ تھی، ایک مرتبہ وہ قبیلہ بنی زہرہ سے کہنے گی: تمہارے درمیان ایک ایسی لڑکی ہے جو یا تو خود لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرانے والی ہو گی یا اس کا بیٹا یہ کام کرے گا، اس لیے اپنی تمام لڑکیوں کو میرے سامنے پیش کرو۔ چنانچہ،

اس کے سامنے لڑکیاں لائی جاتی رہیں اور وہ ہر ایک کے متعلق کچھ نہ کچھ پیشین گوئی کرتی جاتی جو بعد میں پوری بھی ہوئی، جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اس کے سامنے آئیں تو

---

(1) دلائل النبوۃ، 1/102 ملخصًا

وہ انہیں دیکھتے ہی کہنے لگی: یہ وہ لڑکی ہے جو یا تو خود نذیرہ ہے یا اس کا بیٹا نذیر ہو گا، جو بڑی شان والا اور واضح دلیل والا ہو گا۔[1]

اوراقِ تاریخ کی خاموشی

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کے متعلق سیر و تاریخ کی کتب میں کچھ خاص معلومات نہیں ملتیں، البتہ! شادی کے بعد جب آپ کے بطنِ اطہر میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نورِ انور جلوہ گر ہوا تو اس کے بعد کے چیدہ چیدہ حالاتِ زندگی کا تذکرہ ضرور ملتا ہے۔ مگر وہ حالات بھی ایسے ہیں جن میں حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی برکتیں بھی شامل ہیں۔ چنانچہ،

سیدہ آمنہ کے بطنِ اطہر میں قیام کے دوران کے واقعات وعجائبات

نورِ مصطفےٰ کی منتقلی

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں: جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو شکمِ اطہر میں اٹھانے کا شرف حاصل کیا تو اس وقت بے شمار عجائبات ظاہر ہوئے۔ مثلاً جب حضرت عبد اللہ کا پاکیزہ نطفہ اور محمدی موتی، آمنہ قرشیہ کے شکمِ اطہر میں ٹھہر گیا تو عالم ملکوت و جبروت میں ندا دی گئی کہ پاک و مشرف مقامات کو معطر کرو، آسمانوں اور ان کے ارد گرد علاماتِ تعظیم ظاہر کرو اور ملائکہ مقربین میں سے صدق وصفا سے متصف منتخب فرشتوں کے لیے پاک صاف صفوں میں عبادات کے سجادے

---

[1] سیرت حلبیہ، 1/68

بچھاؤ، آج پوشیدہ نور محمدی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں منتقل ہو چکا ہے کہ جو بہت بڑی اور غالب عقل کی مالک اور حسب و نسب کے اعتبار سے فخر والی اور عیبوں سے پاک ہیں۔ اللہ پاک نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حبیب کریم کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ آپ نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں سے افضل اور عمدہ ہیں اور اپنی اصل اور فرع کے اعتبار سے سب سے پاکیزہ اور طیب ہیں۔

مزید نقل فرماتے ہیں کہ جب اللہ پاک نے حضرت آمنہ کے بطن اطہر میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو خازن جنت رضوان فرشتے کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کو کھول دیں اور ایک منادی آسمانوں اور زمین میں اعلان کرے کہ وہ نور جو پوشیدہ خزانہ ہے اور اس سے ہادی نبی پیدا ہوں گے، اس رات اپنی والدہ کے بطن اطہر میں جاگزیں ہو گیا ہے، وہاں اس کی تخلیق کی تکمیل ہو گی اور وہ لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بن کر تشریف لائیں گے۔[1]

حضرت کعب الاحبار رحمۃُ اللہِ علیہ کی روایت میں اس ندا کے ذکر کے بعد ہے کہ اس دن دنیا بھر کے بت اوندھے ہو گئے اور قریش جو سخت قحط سالی اور تنگی کا شکار تھے ان کے لیے زمین سرسبز اور درخت پھل دار ہو گئے اور ان کے پاس ہر طرف سے بھلائی ہی بھلائی آنے لگی۔ چنانچہ،

اس سال کو جس میں حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نور مبارک اپنی والدہ کے بطن اطہر میں منتقل ہوا اور حمل ٹھہرا فتح اور سرور کا سال کہا جانے لگا۔[2]

---

1. مواہب اللدنیہ، 1/60-61 ملخصًا
2. مواہب اللدنیہ، 1/61

نورِ نبوی کی منتقلی پر جانوروں کی گواہی

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہُ عنہما فرماتے ہیں: جس رات حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نورِ مبارک اپنی والدہ ماجدہ کے شکم میں منتقل ہوا تو اس رات قریش کے تمام جانوروں نے یہ گواہی دی کہ رب کعبہ کی قسم! آج کی رات محمد عربی اپنی والدہ کے شکم میں جلوہ گر ہو گئے ہیں، وہ دنیا کی امان ہوں گے (یعنی دنیا میں امن قائم کریں گے) اور دنیا والوں کے آفتاب ہوں گے (یعنی دنیا کو توحید کی روشنی سے منور کریں گے)۔ اس رات قریش کے علاوہ تمام جزیرۂ عرب کے کاہنوں کا علم چھین لیا گیا، دنیا کے تمام بادشاہوں کے تخت الٹا دیئے گئے اور ہر بادشاہ اس دن قوت گویائی سے محروم رہا، مشرق سے مغرب تک کے جانور، بلکہ پانی کے بھی تمام جاندار ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے کہ ابو القاسم بس تشریف لانے ہی والے ہیں۔ (1)

نورِ نبوی کی منتقلی پر شیطان کی دہائی

جب اللہ پاک کے اذن سے نورِ سرکار بی بی آمنہ رضی اللہُ عنہا کے بطنِ اطہر میں منتقل ہوا تو جہاں دنیا بھر کے بت اوندھے منہ گرے وہیں شیطان لعین 40 دن تک اوندھے منہ پڑا رہا، پھر وہ باؤلا سا بھاگا بھاگا پھرنے لگا، اس کا چہرہ تاریک ہو چکا تھا، یہاں تک کہ جبل ابی قبیس پر پہنچ کر بلند آواز سے چیخ وپکار کرتے ہوئے رونے لگا۔ چنانچہ،

دنیا کے ہر کونے سے اس کے چیلے دیگر شیاطین اس کے اس واویلے کو دیکھتے ہوئے اس کے پاس جمع ہوئے اور انہوں نے اس سے اس کیفیت کی وجہ پوچھی تو وہ بولا: تم سب

---

(1) دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص362، حدیث:555

ہلاک و برباد ہو جاؤ! فلاں عورت نے ہم سب کی ہلاکت کا سامان کر دیا ہے۔ انہوں نے حقیقت جاننا چاہی تو ابلیس بولا: جلد ہی آخری نبی حضرت محمد پیدا ہونے والے ہیں، ان کے پاس توحید کی ایسی تلوار ہو گی جس سے وہ ہمیں اس طرح کاٹیں گے کہ اس کے بعد زندگی کا تصور محال ہو گا، وہ تمام ادیان کو مٹا دیں گے، بت پرستی کا خاتمہ کر دیں گے، بلکہ ہم دنیا میں جدھر بھی جائیں گے اللہ پاک کی وحدانیت کا ہی چرچا پائیں گے۔ یہی نہیں بلکہ یہی وہ ہستی ہیں جن کی امت کی وجہ سے اللہ پاک نے مجھ پر لعنت فرمائی اور مجھے دھتکارا ہوا شیطان بنا دیا، ان کی امت ہر طرف اللہ پاک کی وحدانیت کے ڈنکے بجائے گی۔

شیطان کی یہ باتیں سن کر سب پریشان تو ہوئے مگر انہوں نے شیطان کو تسلی دیتے ہوئے کہا: آپ پریشان نہ ہوں، اللہ پاک نے ان سے پہلے بھی ایسے انسانوں کو پیدا کیا تھا جو ان سے زیادہ سخت تھے اور ان کے اموال و اولاد بھی ان سے کثیر تھے، جب ہم نے ان سے نپٹ لیا تو ان کو بھی دیکھ لیں گے۔

ابلیس بولا: ان پر کیسے قابو پاؤ گے؟ کیونکہ ان میں بہت سی اچھی خصلتیں پائی جائیں گی، یعنی یہ اچھی باتوں کا حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکنے والے ہوں گے۔ اس پر ایک شیطان بولا: ہم عالم کو اس کے علم سے، جاہل کو اس کی جہالت سے، دنیا دار کو دنیا کی محبت سے، زاہد کو اس کے زہد سے اور ریاکار کو اس کی ریاکاری سے بھٹکائیں گے۔

ابلیس بولا: یہ سب تو ٹھیک ہے مگر وہ سب تو اللہ پاک کے دامنِ رحمت کو مضبوطی سے پکڑے ہوں گے، پھر کیا کرو گے؟ تو ایک اور شیطان بولا: اگر ایسا ہے تو ہم ان میں گمراہ کن خواہشات، بخل اور ظلم کو ترویج دیں گے تو یقیناً ان کی وجہ سے وہ خود ہی ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ سن کر ابلیس کھلکھلا کر ہنسنے لگا اور بولا: تمہاری یہ باتیں سن کر میری آنکھیں

ٹھنڈی ہو گئیں اور دل کو قرار آگیا ہے۔[1]

استقرارِ حمل کب اور کس ماہ میں ہوا؟

اس حوالے سے متفرق اقوال مروی ہیں، البتہ! دن کون سا تھا؟ اس کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اصح یہ ہے کہ شب جمعہ تھی، اسی لئے امام احمد رحمۃُ اللہِ علیہ شب جمعہ کو شب قدر سے افضل کہتے ہیں کہ یہ خیر وبرکت وکرامت وسعادت جو اس میں اتری اس کے ہمسر نہ کبھی اتری نہ قیامت تک اترے، وہاں **تنزل الملٰئِکۃ والروح فیہا** (اس میں فرشتے اور روح الامین اترتے ہیں۔) یہاں مولائے ملائکہ و آقائے روح کا نزولِ اجلال عظیم الفتوح ہے۔[2] یعنی شب قدر میں فرشتے اور جبرائیل امین علیہ السّلام اترتے ہیں جبکہ شب جمعہ ان سب کے آقا نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا نزول ہوا۔

یہ ماہ کون سا تھا؟ اس کے متعلق مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: اہلِ عرب زمانہ جاہلیت میں دو حرکتیں کرتے تھے ایک تو کبھی سال کو تیرہ ماہ کا بنا دینا، دوسرے مہینوں کی تبدیلی۔ اگر اُن کی جنگ کے زمانہ میں ماہ حرم مثلاً رجب آجاتا اور ابھی جنگ باقی ہوتی تو اسے کوئی اور مہینا قرار دے لیتے تاکہ جنگ جاری رکھ سکیں، پھر جنگ ختم ہونے کے بعد کسی اور مہینے کو رجب مان لیتے، یوں ہی بقر عید میں تبدیلی کر لیتے تھے تاکہ حج جس موقع پر آسان ہو اس پر کر لیں۔ چنانچہ جس سال جناب آمنہ خاتون حاملہ ہوتی ہیں اسی سال رجب کو بقر عید مان کر حج کیا گیا تھا، اسی لیے روایات میں آتا ہے کہ جناب آمنہ کا حاملہ ہونا ایام منٰی میں ہوا، چنانچہ اس سے وہ اعتراض اٹھ گیا کہ جب استقرار حمل شریف

---

1 شرف المصطفٰے، 1/347، حدیث:92

2 فتاویٰ رضویہ، 26/407

ایام حج میں ہوا اور ربیع الاول میں ولادت مبارک ہوئی تو نو ماہ کیسے پورے ہوئے۔ معلوم ہو گیا کہ وہ ماہ رجب تھا جسے بقر عید بنا کر حج کیا گیا تھا۔[1]

مدتِ حمل

جامع الآثار فی مولد النبی المختار نامی کتاب میں ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں کامل نو ماہ تشریف فرما رہے۔[2]

حمل کا علم کب اور کیسے ہوا؟

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے معلوم ہی نہیں ہوا کہ میں حاملہ ہوں، بلکہ دیگر عورتیں جس طرح حمل کے دنوں میں بوجھ اور تھکن وغیرہ محسوس کرتی ہیں، مجھے کچھ بھی محسوس نہ ہوا۔[3]

بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حاملہ ہونے کا احساس کیسے ہوا؟ اس کے متعلق آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نیم خوابیدہ کیفیت میں تھی کہ کسی نے مجھ سے کہا: اے آمنہ! آپ کو معلوم ہے کہ آپ حاملہ (یعنی ماں بننے والی) ہیں؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو اس نے بتایا کہ میں اس امت کے سردار اور نبی کی ماں بننے والی ہوں۔ جس دن یہ بات مجھے معلوم ہوئی وہ پیر کا دن تھا۔[4]

علامہ ابنِ ناصر الدین دمشقی رحمۃُ اللہِ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم

---

1. مراٰۃ المناجیح، 4/171
2. جامع الآثار فی مولد النبی المختار، 2/715
3. سیرت حلبیہ، 1/69
4. خصائص الکبری للسیوطی، 1/72

ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب اپنی والدہ ماجدہ کے شکم میں جلوہ گر ہوئے تو خواب میں آپ کی والدہ اور والد دونوں کو اس کے متعلق بشارت دیدی گئ تھی۔ جیسا کہ آپ نقل فرماتے ہیں کہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا ایک صبح بیدار ہوئیں تو اپنے شوہر یعنی حضرت عبد اللہ رضی اللہُ عنہ سے عرض کرنے لگیں: آج میں نے خواب میں کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ایک بیٹے کی ماں بننے والی ہیں اور اس کا نام احمد رکھئے گا۔ اس پر حضرت عبد اللہ بھی فرمانے لگے: میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے اور مجھے بھی یونہی کسی نے کہا ہے۔[1]

حمل کی تکلیف

بی بی آمنہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: میں نے زمانہ حمل میں کسی طرح کی تکلیف اٹھائی نہ کوئی بوجھ محسوس کیا۔[2]

سیرت حلبیہ میں آپ رضی اللہُ عنہا کا یہ قول مروی ہے کہ مجھے حمل سے پیدائش تک کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔[3] مگر مواہب لدنیہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا **یہ فرمانِ عالیشان مروی ہے کہ میری والدہ نے دیگر عورتوں کی طرح حمل کا بوجھ محسوس کیا اور اپنی سہیلیوں سے اس کا تذکرہ بھی کیا، پھر میری والدہ نے ایک خواب دیکھا کہ ان کے بطنِ اطہر میں جو کچھ ہے وہ نور ہے۔** چنانچہ،

دورانِ حمل بوجھ محسوس کرنے اور نہ کرنے سے متعلق دونوں طرح کی روایات مروی

---

❶ جامع الآثار فی مولد النبی المختار، 2/704

❷ خصائص الکبری للسیوطی مترجم، ص140

❸ سیرت حلبیہ، 1/69

ہیں، لہٰذا علمائے کرام نے ان روایات میں یوں تطبیق دی ہے کہ ابتدائی حالت میں بوجھ تھا، پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد یہ کیفیت بھی ختم ہوگئی۔[1]

دورانِ حمل کے عجائبات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اطہر میں پورے نو مہینے تشریف فرمارہے۔ اس دوران حضرت آمنہ رضی اللہُ عنہا کے سر یا پیٹ میں کوئی درد اور کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئی، بلکہ حاملہ عورتوں کو جو تکالیف ہوتی ہیں آپ ان سے بھی محفوظ رہیں۔[2] امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃُ اللہِ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: جب میں چھ ماہ کی حاملہ تھی تو کوئی میرے خواب میں آیا اور کہنے لگا: اے آمنہ! آپ کو تمام جہاں سے بہتر ہستی کی ماں بننے کا شرف ملنے والا ہے، لہٰذا جب یہ ہستی دنیا میں تشریف لائے تو اس کا نام محمد رکھئے گا اور اپنے معاملے (یعنی آپ جو انوار و تجلیات وغیرہ دیکھیں، ان) کو کسی پر ظاہر مت کیجئے گا۔[3]

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ نے خواب دیکھا کہ کوئی انہیں کہہ رہا ہے کہ آپ تمام مخلوقِ خدا سے بہتر اور تمام جہانوں کے سردار کی ماں بننے والی ہیں۔ لہٰذا جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد اور احمد رکھئے گا، نیز ان کے گلے میں یہ تعویز ڈال دیجئے گا۔ چنانچہ، جب آپ بیدار ہوئیں تو اپنے سر کے قریب سنہری حروف سے لکھی ہوئی ایک تحریر موجود پائی۔ (اس تحریر کا مفہوم کچھ یوں ہے) میں پناہ مانگتی ہوں اللہ وحدہ لاشریک کی ہر حاسد

---

1. مواہب لدنیہ، 1/62
2. مواہب اللدنیہ، 1/63
3. دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص362، حدیث:555

کے شر سے، ہر بھٹکی مخلوق سے، کھڑی ہو یا بیٹھی ہو، جو سیدھی راہ سے ہٹی ہوئی اور فساد کے لئے کوشاں ہے۔ نیز پناہ مانگتی ہوں ہر پھونکنے اور گرہ لگانے والے سے اور مردود مخلوق سے جو لوگوں کی گزر گاہوں پر گھات لگائے بیٹھتی ہے۔ میں اس بچے کو خدائے برتر کی پناہ میں دیتی ہوں اور اسی کے ظاہری و باطنی دست قدرت کے حوالے کرتی ہوں کہ اللہ پاک کا دست قدرت ہی تمام مخلوق پر غالب ہے اور اللہ پاک نے انہیں اپنے حجاب میں لے رکھا ہے، لہٰذا کوئی بھی انہیں تا ابد کسی حال میں نقصان نہ پہنچا پائے گا۔ [1]

یہ روایت اگرچہ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ سیرت کی کئی کتب میں موجود ہے، مگر شرف مصطفیٰ نامی کتاب میں اس کے بعد یہ اضافہ بھی موجود ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اس خواب اور تعویز کا ذکر چند عورتوں سے کیا تو انہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ (یہ کوئی آسیب ہے، لہٰذا) اپنے گلے اور بازو پر لوہے کی کوئی چیز باندھ لوں۔ چنانچہ، میں نے ایسا ہی کیا مگر چند ہی دنوں میں وہ لوہے کی چیز خود بخود ٹوٹ گئی اور میں جب بھی اسے باندھتی ایسا ہی ہوتا، لہٰذا میں نے باندھنا ہی چھوڑ دیا۔ [2]

نور سے سارا جہان منور ہو گیا

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے شکم میں ہی تھے کہ ایک بار ان سے ایسا نور نکلا جس سے سارا جہان منور ہو گیا اور انہوں نے بصرے کے محلات دیکھے۔ بصری شام کی جانب ایک شہر کا نام ہے، اسی قسم کا ایک واقعہ ولادت کے وقت میں بھی منقول

1 دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص77، حدیث:78

2 شرف المصطفیٰ، 1/351، حدیث:97

ہے۔[1] چنانچہ علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی اپنی کتاب السیرۃ النبویہ میں ان دونوں واقعات میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے جو نور حمل مبارک کے وقت دیکھا تھا وہ خواب میں تھا اور جو ولادت باعث ہزار سعادت کے وقت دیکھا تھا وہ عالم بیداری میں تھا۔[2]

ابنِ رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ولادت کے وقت نور کے ظہور سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ ایسا نور لے کر آئے ہیں جس کے ذریعے تمام اہل زمین کو ہدایت کی دولت نصیب ہوگی اور شرک کی تاریکی دور ہوگی۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌۙ(۱۵) یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ(۱۶)

(پ6، المائدہ:15، 16)[3]

ترجمہ کنز العرفان: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ گیا اور ایک روشن کتاب۔ اللہ اس کے ذریعے اسے سلامتی کے راستوں کی ہدایت دیتا ہے جو اللہ کی مرضی کا تابع ہو جائے اور انہیں اپنے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

جہاں تک حضور کی ولادت کے وقت نور سے بُصریٰ کے محلات روشن ہونے کا تعلق

---

1. مدارج النبوت مترجم، 2/28
2. السیرۃ النبویۃ، 1/45
3. لطائف المعارف، ص173

ہے تو وہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ملک شام نور نبوت کے ساتھ خاص ہو گا کیونکہ وہ آپ کی بادشاہت والے ملک کا شہر ہے جیسا کہ حضرت کعب الاحبار رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں:

سابقہ کتب میں یہ لکھا ہوا ہے: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اللہ پاک کے رسول ہیں، ان کی جائے پیدائش مکہ، ہجرت کا مقام مدینہ منورہ اور بادشاہت ملکِ شام میں ہو گی۔ چنانچہ مکہ مکرمہ سے نبوتِ محمدی کی ابتدا ہوئی اور آپ کی بادشاہت ملک شام تک پہنچی اور اسی لیے آپ کو معراج کی شب ملکِ شام کی جانب بیت المقدس تک سیر کرائی گئی جیسا کہ آپ سے قبل حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بھی ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ (1)

پیدائش سے پہلے ربیع الاول کی ہر رات بشارت

علامہ ابنِ جوزی فرماتے ہیں:

- ربیع الاول کی پہلی رات سیدہ آمنہ کو سرور و مسرت حاصل ہوئی۔
- دوسری رات آرزو پانے کی بشارت دی گئی۔
- تیسری رات میں کہا گیا کہ آپ اس ہستی کی ماں بننے والی ہیں جو ہماری حمد و شکر بجالائے گی۔
- چوتھی رات میں آپ نے آسمانوں سے فرشتوں کی تسبیح کی آواز سنیں۔
- پانچویں رات حضرت ابراہیم کو خوش خبری دیتے ہوئے سنا کہ اے آمنہ! مدح و عزت کے مالک کی ماں بننے کا شرف پانے پر خوش ہو جاؤ۔
- چھٹی رات میں فرحت و برکت مکمل ہو گئی۔
- ساتویں رات میں نور چمکا اور مدہم نہیں ہوا۔

---

(1) لطائف المعارف، ص174

- آٹھویں رات میں فرشتوں نے سیدہ آمنہ کے گرد طواف کیا۔
- نویں رات میں سیدہ آمنہ کی سعادت وغنا ظاہر ہوئی۔
- دسویں رات میں فرشتوں نے شکر و ثنا کے ساتھ **لا الہ الا اللّٰہ** کا ورد کیا۔
- گیارہویں رات میں سیدہ آمنہ سے مشقت وتھکاوٹ دور ہو گئی۔[1]

آسمان وزمین سے ندا کا آنا

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ حمل کے ہر ماہ میں آسمان وزمین کے درمیان یہ آواز سنا کرتی کہ آپ کو مبارک ہو وہ وقت قریب آ پہنچا ہے کہ ابو القاسم دنیا میں جلوہ افروز ہونے والے ہیں جو صاحب خیر وبرکت ہیں۔[2]

ہر ماہ کسی نبی کی بشارت

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جب امید سے ہوئیں تو:

- پہلے ماہ حضرت آدم علیہ السّلام تشریف لائے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے متعلق خبر دی۔
- دوسرے ماہ حضرت ادریس علیہ السّلام تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے فضل وکرم اور شرف عالی کی خبر دی۔
- تیسرے ماہ حضرت نوح علیہ السّلام تشریف لائے اور بتایا کہ آپ کا نورِ نظر فتح و نصرت کا مالک ہے۔

---

1. مولد العروس اردو، ص73
2. مدارج النبوت مترجم، 2/28

- چوتھے مہینے حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے تشریف لا کر حضور کے قدر و شرف کے متعلق آگاہ فرمایا۔
- پانچویں مہینے حضرت اسماعیل علیہ السّلام نے آکر آپ کو بتایا کہ جس ہستی کی آپ ماں بننے والی ہیں وہ صاحب مکارم و عزت ہے۔
- چھٹے مہینے حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے تشریف لا کر حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی قدر و جاہِ عظیم کے متعلق آپ کو بتایا۔
- ساتویں مہینے حضرت داود علیہ السّلام نے آکر بتایا کہ آپ جس ہستی کی ماں بننے والی ہیں وہ مقامِ محمود، حوضِ کوثر، لواءُ الحمد، شفاعتِ عظمیٰ اور روزِ ازل کی مالک ہے۔
- آٹھویں مہینے حضرت سلیمان علیہ السّلام نے آکر بتایا کہ آپ کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی ماں بننے کا شرف ملنے والا ہے۔
- پھر نویں مہینے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے تشریف لا کر خبر دی کہ آپ کے نورِ نظر قول راست اور دین راجح کے مالک ہیں۔

الغرض ہر ایک نبی نے انہیں فرمایا: اے آمنہ! آپ کو بشارت ہو کہ آپ دنیا و آخرت کے سردار کی ماں بننے والی ہیں، لہٰذا جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھئے گا۔[1]

ولادت کا ماہ و دن

مشہور یہ ہے کہ حضور کی ولادت باسعادت 12 ربیع الاول شریف کو پیر کے دن

---

1. رسائل میلاد مصطفیٰ، مولد العروس اردو، ص225

ہوئی، نیز یہ کہ ولادت باسعادت کا مہینا ربیع الاول ہی تھا، محرم، رجب، رمضان یا کوئی دوسرا معزز و محترم ماہ نہ تھا کیونکہ حضور کے عز و شرف کا تعلق کسی مہینے سے نہیں، بلکہ مقامات کی طرح زمانے کو بھی آپ سے نسبت کی وجہ سے شرف حاصل ہوا۔

اگر آپ کی ولادت ان مہینوں میں سے کسی میں ہوتی تو یہ وہم کیا جاتا کہ آپ کو فلاں مہینے کی وجہ سے شرف اور مرتبہ ملا ہے، اس لئے اللہ پاک نے آپ کی ولادت ان مہینوں کے علاوہ رکھی تاکہ اس مہینے آپ کی عنایت اور آپ کے ذریعے اس کی کرامت کا اظہار ہو۔ جب جمعۃ المبارک کا یہ عالم ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السّلام کی ولادت مبارکہ ہوئی اور اس میں ایک ایسی ساعت ہے جس میں کوئی مسلمان بندہ بھلائی طلب کرے تو اللہ پاک اسے عطا کرتا ہے، لہٰذا اس وقت کے متعلق آپ کیا کہیں گے جس میں تمام رسولوں کے سردار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت ہوئی۔

اللہ پاک نے اپنے محبوب کی ولادت کے دن یعنی پیر کو وہ عبادات نہ رکھیں جو جمعہ کے دن رکھیں کہ جس میں حضرت آدم پیدا ہوئے، جس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے احترام و اکرام کے طور پر آپ کے وجود مسعود کی وجہ سے پیر کے دن آپ کی امت پر تخفیف رکھی، چونکہ آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، لہٰذا اس رحمت میں سے ایک بات یہ ہے کہ آپ کی ولادت کے دن کسی خاص عبادت کا مکلف نہیں بنایا۔ (1)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہُ عنہما سے مروی ہے کہ حضور پیر کے دن پیدا ہوئے۔ پیر کو

---

(1) مواہب لدنیہ، 1 / 75

ہی آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا، پیر کے دن آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی اور پیر کے دن ہی مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے، نیز حجرِ اسود کو بھی پیر کے دن نصب فرمایا۔ اسی دن فتحِ مکہ کا واقعہ ہوا اور سورہ مائدہ کا نزول بھی اسی دن ہوا۔(1)

یہ بھی مروی ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت پیر کے دن فجر کے وقت ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہُ عنہما فرماتے ہیں: مر الظہران کے مقام پر ایک شامی راہب کہا کرتا تھا: اے اہلِ مکہ! عنقریب تم میں ایک بچہ پیدا ہو گا، اہل عرب اس کے دین کو اختیار کریں گے اور وہ عجم کا بھی مالک ہو گا۔ یہ اس (بچے کی پیدائش) کا زمانہ ہے۔ لٰہذا جب بھی مکہ مکرمہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا اس کے متعلق پوچھتا۔ پھر جب حضور کی ولادت ہوئی تو حضرت عبد المطلب اسی صبح راہب کے پاس گئے تو وہ آپ سے کہنے لگا: (اے عبد المطلب!) اس بچے کے باپ بن جائیے! یقیناً وہ بچہ جس کے متعلق میں آپ سے بیان کرتا ہوں وہ پیر کے دن پیدا ہو گا، اسی دن اعلانِ نبوت کرے گا اور اس کا وصال بھی اسی دن ہو گا۔ اس پر حضرت عبد المطلب نے جب اسے یہ بتایا کہ آج پیر کے دن ہمارے ہاں بھی بچہ پیدا ہوا ہے تو اس نے پوچھا: آپ نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ جب بتایا کہ اس کا نام محمد رکھا ہے تو بولا: اللہ کی قسم! میں جانتا تھا کہ وہ بچہ آپ کے ہی گھرانے میں پیدا ہو گا، اس کی پہچان کی تین خصوصیات پائی جارہی ہیں: ❶ اس کا ستارہ گزشتہ رات طلوع ہوا ❷ وہ آج کے دن پیدا ہوا اور ❸ اس کا نام محمد ہے۔(2)

---

❶ مواہب لدنیہ، 1/75

❷ مواہب لدنیہ، 1/76

شب قدر افضل ہے یا شب میلاد؟

بلاشبہ حضور کی ولادت کی رات شب قدر سے افضل ہے اور اس کی تین وجوہ ہیں:

❶ شبِ میلاد حضور کے ظہور کی رات ہے جبکہ شب قدر حضور کو عطا کی گئی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جس شے کو کسی کی وجہ سے شرف حاصل ہو وہ اس ذات سے زیادہ شرف والی نہیں ہو سکتی، لہٰذا اس اعتبار سے میلاد شریف کی رات افضل ہے۔

❷ شب قدر میں فرشتے اترتے ہیں جبکہ شب میلاد میں وہ ہستی جلوہ گر ہوئی جو فرشتوں سے بھی افضل ہے۔ یہی زیادہ پسندیدہ قول ہے۔

❸ شب قدر میں صرف امت محمدیہ پر فضل خداوندی ہوتا ہے جبکہ شبِ میلاد تمام موجودات پر فضل ہوا کہ اللہ پاک نے حضور کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا، اس طرح تمام مخلوق کو نعمت حاصل ہوئی۔ لہٰذا اس رات کا نفع عام ہوا اور یہ رات افضل قرار پائی۔(1)

شب ولادت کے واقعات

ستاروں کا جھکنا

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میں حضور کی پیدائش کے وقت ان کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کے پاس موجود تھی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے جھکنے لگے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ یہ مجھ پر آگریں گے، جب حضور پیدا ہوئے تو حضرت آمنہ سے ایسا نور نکلا جس نے درو دیوار کو جگمگا دیا اور مجھے ہر طرف نور ہی

---

❶ مواہب لدنیہ، 1/77

نور نظر آنے لگا۔[1] جبکہ شواہد النبوۃ میں ہے کہ حضرت عثمان کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ حضور کے نور کے سامنے چراغ کی روشنی بھی ماند تھی، میں نے اس رات 6 نشانیاں دیکھیں:

❶ جب حضور پیدا ہوئے تو آپ نے پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے سجدہ کیا۔

❷ جب حضور نے اپنا سرِ مبارک سجدہ سے اٹھایا تو نہایت فصاحت کے ساتھ فرمایا: لا اله الا الله انی رسول الله۔

❸ حضور کی پیدائش پر تمام گھر روشن ہو گیا۔

❹ حضور پیدا ہوئے تو میں نے آپ کو نہلانا چاہا لیکن ہاتف غیبی سے آواز آئی: اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالئے ہم نے آپ کو پاک وصاف پیدا کیا ہے۔

❺ پھر جب میں نے معلوم کرنا چاہا کہ لڑکی ہے یا لڑکا تو میں نے آپ کو ختنہ شدہ اور ناف کٹی ہوئی دیکھی۔

❻ پھر جب میں نے خیال کیا کہ آپ کو کسی کپڑے میں لپیٹوں تو میں نے آپ کی پشت پر مہرِ نبوت دیکھی اور آپ کے کندھے کے درمیان لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا ہوا دیکھا۔[2]

ولادتِ مبارکہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم ختنہ شدہ پیدا ہوئے، آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا، پاک صاف اتنے کہ جسم اقدس پر کوئی گندگی نہ تھی۔[3]

---

❶ دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص76، حدیث:76

❷ شواہد النبوۃ مترجم، ص70

❸ السیرۃ النبویۃ، 1/45

جنت کے خازن فرشتے کی مبارک باد

حضرت ابنِ عباس رضی اللہُ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت ہوئی تو جنت کے خازن فرشتے رضوان نے آپ کے کان مبارک میں کچھ ایسی باتیں کہیں جنہیں میں سمجھ نہیں سکی، پھر اس نے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور عرض کی: اے محمد! آپ کو مبارک ہو!

- آپ کو تمام انبیائے کرام کا علم دیا گیا۔ آپ گویا کہ تمام انبیا سے زیادہ عالم ہیں۔
- آپ کا قلب مبارک بھی تمام انبیائے کرام کے قلوب سے قوی ہے۔
- آپ ہی کے پاس نصرت کی چابیاں ہیں۔
- لوگوں کے دلوں میں آپ کی ہیبت اور رعب ڈال دیا گیا ہے۔
- جو بھی آپ کا ذکر سنے گا اس کا دل خوفزدہ اور مضطرب ہو جائے گا۔

پھر ایک اور شخص آیا اور اپنا منہ حضور کے منہ پر رکھ کر کچھ ڈالنے لگا جیسا کہ کبوتر اپنے بچے کو خوراک دیتا ہے اور حضور اپنی مبارک انگلیوں سے اسے اشارہ فرما رہے تھے کہ مزید خوراک دو۔ چنانچہ اس نے کچھ دیر مزید ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اس نے بھی عرض کی: یا حبیب اللہ! آپ کو مبارک ہو! ہر نبی کا علم آپ کو عطا کر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد اس نے حضور کو اٹھایا اور کچھ دیر کے لئے انہیں سیدہ آمنہ کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔ آپ اس وقت چونکہ گھر میں تنہا تھیں، لہٰذا یہ سب عجائبات دیکھ کر گھبرا گئیں اور آپ کا دل لرز گیا۔

بہرحال مزید فرماتی ہیں کہ ابھی وہ اسی کیفیت میں تھیں کہ انہیں محسوس ہوا: حضور

واپس تشریف لا چکے ہیں اور چودھویں کے چاند کی طرح نور بکھیر رہے ہیں، آپ کی خوشبو کستوری کی طرح ہر جگہ پھیل رہی ہے۔

پھر کسی کی آواز آئی: ان کو مشرق و مغرب کی سیر کرواؤ اور انہیں انبیائے کرام کی جائے پیدائش بھی دکھاؤ۔

اتنے میں حضرت آدم علیہ السّلام تشریف لے آئے اور انہوں نے حضور کو اٹھا کر بوسہ دیا اور فرمایا: اے میرے محبوب! بشارت ہو! آپ اولین وآخرین کے سردار ہیں۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السّلام نے حضور کو مجھے دیا اور تشریف لے گئے۔

پھر ایک اور شخص آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا: اے دنیا کی عزت! اے آخرت کا شرف! آپ کو بشارت ہو! آپ نے اللہ پاک کی مضبوط رسی کو تھام رکھا ہے، جو آپ کی بات کو مانے گا اور آپ کی رسالت کی گواہی دے گا وہ بروزِ حشر آپ کے جھنڈے تلے اور آپ کے گروہ میں ہوگا۔ اس کے بعد اس شخص نے آپ کو میرے سپرد کیا اور خود چلا گیا۔ پھر میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔[1]

پیدا ہوتے ہی سب سے پہلا کام

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے پیدا ہونے کے بعد سب سے پہلے کیا کیا، اس کے متعلق مختلف روایات مروی ہیں، مثلاً امام قسطلانی نے امام طبرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پیدا ہوئے تو آپ کی مٹھی بند تھی اور آپ شہادت کی انگلی سے اشارہ فرمارہے تھے جس طرح کوئی شخص اس انگلی کے ذریعے تسبیح بیان کر رہا ہو۔[2] جبکہ

---

1. شرف المصطفیٰ، 1/360، حدیث: 107
2. مواہب لدنیہ، 1/67

ایک روایت میں ہے کہ آپ سجدے میں تھے اور آپ نے اپنی انگلیاں اس طرح اٹھا رکھی تھیں جیسے کوئی انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کرنے والا ہوتا ہے۔[1]

پہلی روایت میں چونکہ صرف شہادت کی انگلی کا ذکر ہے جبکہ دوسری میں ایک سے زائد انگلیوں کا، لہٰذا علامہ نور الدین حلبی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ممکن ہے دوسری روایت میں انگلیوں سے دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں مراد ہوں۔ نیز پیدا ہوتے ہی حضور نے جو سجدہ فرمایا اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی پاکیزہ زندگی کا آغاز ہی اللہ پاک سے قرب کے ساتھ ہے۔

جبکہ بعض روایات میں ہے:

1. جب حضور پیدا ہوئے تو آپ اپنے ہاتھوں پر جھکے ہوئے تھے اور سر آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے تھے۔
2. آپ اپنی ہتھیلیوں اور گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے تھے اور نگاہیں آسمان پر تھیں۔
3. آپ گھٹنوں کے بل جھکے ہوئے تھے۔[2]

روایات میں تطبیق

ان روایات کے بعد علامہ نور الدین حلبی رحمۃُ اللہِ علیہ کی ذکر کردہ بحث کا خلاصہ کچھ یوں ہو گا کہ یہ روایات بظاہر سیدہ آمنہ سے مروی اس روایت کے خلاف ہیں جس میں آپ فرماتی ہیں کہ جب میں نے اپنے لختِ جگر کی طرف دیکھا تو آپ سجدے کی حالت میں تھے۔ کیونکہ عین ممکن ہے پہلے آپ آسمان کی جانب سر اٹھائے ہوئے ہوں اور آپ کی

---

1. نہایۃ الارب، 16/49
2. سیرت حلبیہ، 1/80

نگاہیں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہوں، پھر آپ سجدے کی حالت میں آ گئے ہوں۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے دوسری باتیں بھی ہوئی ہوں اور جس راوی کو آپ کی جو حالت معلوم ہوئی اس نے وہی بیان کر دی۔

نیز حضور کے پیدا ہوتے ہی آسمان کی جانب سر اٹھائے ہوئے ہونے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ عظمت و سرداری والے ہیں اور نگاہیں آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے ہونے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نگاہوں کا مرکز آپ کی بلند و بالا شان کا اظہار کر رہا ہے۔[1] جبکہ مواہب میں ہے کہ حضور زمین پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔[2] علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی نے اس روایت کے بعد یہ اضافہ بھی نقل فرمایا ہے کہ جب یہ بات بنو لہب کے ایک شخص کو معلوم ہوئی تو اس نے اپنے ساتھی سے کہا: اگر یہ بات سچ ہے تو یہ بچہ ساری زمین پر غالب آ جائے گا۔[3]

سارا جہاں روشن ہو گیا

جنتی صحابی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ بی بی شفا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور پیدا ہوئے تو میرے ہی ہاتھوں پر تشریف لائے، آپ ختنہ شدہ تھے۔ پھر آپ کو چھینک آئی تو میں نے کسی کی آواز سنی: یَرْحَمُکَ اللہ۔ اس کے بعد مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے اس وقت شام کے محلات و قصور دیکھے۔

---

1. سیرت حلبیہ، 1/80
2. مواہب لدنیہ، 1/67
3. السیرۃ النبویۃ، 1/46

مزید فرماتی ہیں: میں ڈری اور مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس کے بعد ایک نور داہنی جانب سے ظاہر ہوا تو کسی نے پوچھا: انہیں کہاں لے گئے تھے؟ جواب ملا: مغرب کی جانب تمام متبرک مقامات پر۔ پھر بائیں جانب سے بھی ایک نور ظاہر ہوا تو اس پر بھی کسی نے پوچھا کہ انہیں کہاں لے گئے تھے؟ جواب ملا: مشرق کی جانب تمام متبرک مقامات پر اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے سامنے پیش کیا انہوں نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور طہارت وبرکت کی دعا دی۔

فرماتی ہیں: یہ بات میرے دل میں ہمیشہ تازہ رہی یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو میں فوراً اسلام لے آئی اور اولین وسابقین میں سے ہوئی۔ [1]

کسریٰ کے محل کے برجوں کا گرنا اور آتش کدہ سرد ہونا

جس رات حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پیدا ہوئے کسریٰ کا محل لرز اٹھا اور اس کے 14 برج (مینارے) گر گئے۔ ایران کا وہ آتش کدہ سرد ہو گیا جو ایک ہزار سال سے مسلسل دہک رہا تھا، دریائے ساوہ خشک ہو گیا اور مجوسی عالم موبذان نے خواب میں دیکھا کہ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے لائے اور دریائے دجلہ عبور کرتے ہوئے انہیں ایران میں پھیلا دیا۔ صبح ہونے پر کسریٰ شاہِ ایران بڑا پریشان تھا مگر اس نے صبر کیا اور سوچا کہ اس بارے میں وزیروں وغیرہ سے مشورہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ،

اس نے تاج پہنا اور اپنے تخت پر بیٹھتے ہی موبذان کو بلا کر کہا: موبذان! آج رات میرے محل کے 14 برج گر گئے ہیں اور ہزار سال سے مسلسل دہکنے والا آتش کدہ بھی بجھ

---

1 مدارج النبوت مترجم، 2/30

گیاہے! اس پر موبذان بولا: اے بادشاہ! میں نے بھی آج ایک عجیب خواب دیکھا ہے کہ کچھ طاقتور اونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے لائے اور دجلہ عبور کرواکر انہیں ہمارے ملک میں پھیلا دیا۔

بادشاہ نے کہا: موبذان! اب بتاؤ کیا کیا جائے؟ موبذان علم میں ان سب کا امام تھا، کہنے لگا: عرب میں کوئی حادثہ ہوا ہے۔ کسریٰ نے اسی وقت (یمن کے فرماں روا) نعمان کو حکم بھیجا کہ اس کے پاس ایک ایسے شخص کو بھیجا جائے جو اس کے سوالات کا جواب دے سکے۔ چنانچہ نعمان نے فوراً عبد المسیح نامی ایک شخص کو بھیج دیا۔ جس سے شاہ ایران نے جب یہ پوچھا کہ کیا تمہارے پاس میرے سوالات کا جواب ہے تو وہ بولا: اگر مجھے علم ہوا تو جواب دوں گا ورنہ کسی علم والے کا راستہ بتاؤں گا جو جواب دے سکے۔ بادشاہ نے اسے سارا ماجرا سنایا تو وہ بولا: اس کا علم تو میرے ماموں سطیح کے پاس ہے جو شام کے ایک پہاڑ میں رہتا ہے۔ لہٰذا بادشاہ نے اسے وہاں بھیج دیا۔

جب وہ سطیح کے پاس پہنچا تو وہ آخری سانسیں لے رہا تھا۔ عبد المسیح کی پکار پر سطیح نے سر اٹھایا اور یہ بتایا کہ ان ساسانیوں (شاہانِ فارس) سے اتنے ہی افراد بادشاہ بنیں گے جتنے برج گرے ہیں اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ یہ کہہ کر سطیح مر گیا۔ پھر عبد المسیح نے واپس آکر کسریٰ کو سارا ماجرا سنایا تو وہ بولا: ہم میں سے 14 بادشاہوں کے گزرنے تک کچھ کا کچھ ہو چکا ہو گا (اس لئے کوئی فکر والی بات نہیں)۔ مگر کہتے ہیں کہ صرف 4 برس میں ان کے 10 بادشاہ گزر گئے اور باقی بھی یونہی جلد ختم ہو گئے۔[1]

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص78، حدیث:82

حضور کی پیدائش کے وقت کی کہانی سیدہ آمنہ کی زبانی

جب حضور کی پیدائش کا وقت ہوا تو بی بی آمنہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں:

- میں گھر میں تنہا تھی، اس وقت میں نے ایک عظیم آواز سنی جس سے میں خوفزدہ ہو گئی۔
- پھر میں نے دیکھا کہ ایک سفید مرغ کا بازو میرے سینے کو مل رہا ہے تو میرا خوف وغیرہ جاتا رہا۔
- پھر میں نے دیکھا کہ میرے پاس ایک سفید شربت کا پیالہ لایا گیا، میں نے اسے پیا اور سکون و قرار حاصل ہوا۔
- اس کے بعد میں نے نور کا ایک بلند مینار دیکھا۔
- اس کے بعد اپنے پاس بلند قامت والی عورتیں دیکھیں جن کا قد عبد مناف کی لڑکیوں کی مانند کھجور کے درختوں کی طرح تھا۔ میں حیران ہوئی، یہ کہاں سے آگئیں، اس پر ان میں سے ایک بولی: میں آسیہ فرعون کی بیوی ہوں۔ دوسری نے بتایا کہ میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ عورتیں حورِ عین ہیں۔
- میرا حال بہت سخت ہو گیا اور ہر گھڑی عظیم سے عظیم تر آوازیں سنتی جس سے خوف معلوم ہوتا تھا۔
- اسی دوران میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان ایک پردہ سا کھینچ دیا گیا۔
- پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کی ایک ڈار میرے سامنے آئی یہاں تک کہ میرا کمرہ ان سے بھر گیا، ان کی چونچیں زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے۔
- اللہ پاک نے میری آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا اور میں نے مشارق و مغارب کو دیکھا اور

یہ بھی دیکھا کہ تین جھنڈے ہیں: ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک خانہ کعبہ کے اوپر نصب ہے۔[1]

آپ مزید حضور کی پیدائش کے متعلق فرماتی ہیں:

- جب وہ پیدا ہوئے تو اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں اور دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں آسمان کی جانب اٹھائے ہوئے بڑی ہی عاجزی کے ساتھ رو رہے ہیں۔
- پھر میں نے ایک سفید بادل دیکھا جس نے انہیں میری نظروں سے چھپا دیا اور یہ آواز آئی کہ انہیں زمین کے مشارق و مغارب میں موجود تمام شہروں کی سیر کراؤ تاکہ وہاں کے رہنے والے ان کے اسم مبارک اور صورت کو پہچان لیں اور جان لیں کہ یہ شرک کے آثار کو ختم کرنے والے ہیں۔[2]

تمام انبیائے کرام کے اخلاق سے آراستہ

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب حضور کو لٹایا گیا تو انہوں نے ایک بہت بڑے نورانی بادل کو دیکھا جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور بازوؤں کے پھڑ پھڑانے اور لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنیں یہاں تک کہ اس بادل نے حضور کو ڈھانپ لیا اور وہ ان کی نظروں سے غائب ہو گئے، اس وقت انہوں نے کسی کو یہ کہتے سنا: حضور کو زمین کے جملہ گوشوں کی سیر کرواؤ اور جن و انس کی روحوں، فرشتوں، پرندوں اور چرندوں کو زیارت کراؤ۔

---

1. مدارج النبوت مترجم، 2/30
2. مدارج النبوت مترجم، 2/30

نیز ان کو

☆حضرت آدم کے اخلاق ☆حضرت شیث کی معرفت

☆حضرت نوح کی شجاعت ☆حضرت ابراہیم کی خلت

☆حضرت اسمعیل کی زبان ☆حضرت اسحاق کی رضا

☆حضرت صالح کی فصاحت ☆حضرت لوط کی حکمت

☆حضرت یعقوب کی بشارت ☆حضرت موسیٰ کی شدت

☆حضرت ایوب کا صبر ☆حضرت یونس کی طاعت

☆حضرت یوشع کا جہاد ☆حضرت داود کا لحن اور آواز

☆حضرت دانیال کی محبت ☆حضرت الیاس کا وقار

☆حضرت یحیٰی کی عصمت اور ☆حضرت عیسیٰ علیہم السّلام کے زہد کا پیکر

بلکہ تمام نبیوں کے دریائے اخلاق میں غوطہ دو۔

اس کے بعد وہ بادل ہٹ گیا تو انہوں نے دیکھا کہ سبز ریشمی کپڑے میں حضور خوب لپٹے ہوئے ہیں اور چشمہ کی مانند اس حریر سے پانی ٹپک رہا ہے۔

کوئی کہنے والا کہتا ہے: ماشاء اللہ ماشاء اللہ! حضور کو تمام دنیا پر کس شان سے بھیجا گیا۔ دنیا کی کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو آپ کی تابع فرمان نہ ہو۔ سب ہی کو آپ کے قبضہ قدرت میں دیا گیا ہے۔

اس کے بعد جب سیدہ آمنہ نے حضور کو دیکھا تو گویا آپ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہے تھے اور آپ کے جسم اطہر سے مشک وعنبر کی لپٹیں آ رہی تھیں۔

تین شخص کھڑے تھے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ، دوسرے کے ہاتھ میں

سبز زمرد کا طشت اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک انگشتری نکالی جس سے دیکھنے والوں کی نظریں جھپک گئیں، پھر اسے 7 مرتبہ دھویا اور اس سے آپ کے شانوں کے درمیان مہر لگائی اور حریر میں لپیٹ کر اٹھا لیا اور کچھ دیر اپنی آغوش میں لے کر ان کے سپرد کر دیا۔ (1)

کعبہ جھومنے لگا

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں کعبہ جھومنے لگا، وہ لگاتار تین دن رات تک پر سکون نہ ہوا۔ یہ وہ پہلی علامت تھی جسے قریش نے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت کے وقت دیکھا تھا۔ (2)

حضور کے دادا جان کا ہاتفِ غیبی کی آواز سننا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دادا جان حضرت عبد المطلب سے منقول ہے کہ وہ شب ولادت کعبہ کے پاس تھے، جب آدھی رات ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ کعبہ مقامِ ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کیا اور اس سے آواز آئی: اللہ اکبر! اللہ اکبر! اللہ بلند و بالا ہے وہ رب ہے محمد مصطفےٰ کا۔ اب مجھے میرا رب بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک فرمائے گا۔ پھر غیب سے آواز آئی: ربِّ کعبہ کی قسم! خبر دار ہو جاؤ! کعبہ اس نومولود کا قبلہ و مسکن ہے۔ اس کے بعد انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ بت جو کعبہ کے ارد گرد نصب تھے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور ہبل نامی سب سے بڑا بت منہ کے بل گر پڑا۔ (3)

---

❶ مدارج النبوت مترجم، 2/31

❷ السیرۃ النبویۃ، 1/50

❸ مدارج النبوت مترجم، 2/32

حضور کے داداجان کا عجائبات دیکھنا

اتنے میں انہیں کسی نے حضور کی ولادت کی خبر دی تو فرماتے ہیں کہ کعبہ و بتوں کی یہ صورتِ حال دیکھ کر انہیں لگا گویا کہ نیند میں ہیں اور خواب دیکھ رہے ہیں، پھر جب یقین ہو گیا کہ واقعی جاگ رہے ہیں تو باب بنی شیبہ سے نکل کر بطحائے مکہ کی طرف چل پڑے، پھر کیا دیکھتے ہیں کہ ادھر صفا و مروہ بھی حرکت میں ہیں، ہر طرف سے گویا انہیں یہی صدا سنائی دے رہی تھی کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے، آپ یہ سب دیکھ کر ڈر رہے ہیں حالانکہ آپ تو قریش کے سردار ہیں۔ چونکہ وہ اپنے پوتے کو دیکھنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے، اس لئے ان تمام عجائبات سے نظریں ہٹا کر خاموشی سے گھر کی طرف چل دیئے، گھر پہنچنے پر سب سے پہلے حضرت آمنہ کی پیشانی پر نظر پڑی اور ان کی پیشانی پر نورِ نبی کی چمک نہ پا کر اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے عرض کی: وہ نور اب انسانی شکل میں ظاہر ہو چکا ہے۔[1]

حضور کے دادا کی خوشی کا عالم

بعض کتبِ سیرت میں ہے کہ حضور کی ولادت کا پیغام حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے بھیجا تھا، جب یہ پیغام پہنچا تو حضرت عبد المطلب اس وقت کعبہ شریف میں اپنے بچوں اور دیگر لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے، یہ پیغام سن کر آپ حد درجہ خوش ہوئے اور اپنے قریبی لوگوں کے ساتھ فوراً چل پڑے۔ گھر پہنچے اور حضور کی زیارت کی تو حضرت آمنہ نے ان کو وہ ساری باتیں بتا دیں جو پیدائش کے وقت انہوں نے دیکھی اور سنی تھیں، پھر حضرت عبد المطلب حضور کو لے کر خانہ کعبہ گئے، اللہ پاک سے دعائیں مانگیں اور اس

---

1 شرف المصطفیٰ، 1/361 تا 363، حدیث: 108

عطا پر شکر ادا کیا۔ اس وقت آپ کی زبان پر چند اشعار تھے، ان میں سے دو یہ ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَعْطَانِی | هٰذَا الْغُلامَ الطَّیِّبَ الاَرْدَانَ
قَدْ سَادَ فِی الْمَهدِ عَلَی الْغِلْمَانِ | اُعِیذُهُ بِالْبَیْتِ ذِي الاَرْكَانِ

یعنی سب تعریفیں اللہ پاک کے لئے ہیں کہ جس نے مجھے ایسا طیب و مبارک بچہ عطا کیا۔ یہ اپنے پنگھوڑے میں ہی سارے بچوں کا سردار بن گیا ہے۔ میں اسے ارکان والے بیت اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔[1]

اہلِ مکہ کی تین دن تک دعوت

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابو طالب سے سنا، وہ بتاتے تھے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت عبد المطلب آئے، آپ کو اٹھایا، ماتھے پر بوسہ دیا اور ابو طالب کے حوالے کرتے ہوئے کہا یہ تمہارے پاس میری امانت ہے، میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہو گی۔ پھر حضرت عبد المطلب نے اونٹ اور بکریاں ذبح کروائیں، تمام اہلِ مکہ کی تین دن دعوت کی۔ پھر مکہ مکرمہ کی طرف آنے والے ہر راستے پر اونٹ ذبح کروا کے رکھ دیئے جن سے تمام انسانوں، جانوروں اور پرندوں کو گوشت لینے کی اجازت تھی۔[2]

اس بات کو کئی سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد المطلب نے کثیر اونٹ ذبح فرمائے۔ مگر کب؟ اس کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ مثلاً تاریخ خمیس میں ہے کہ حضور

---

1. طبقات کبریٰ، 1/84
2. دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص78، حدیث:81

نبِی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے پیدا ہونے کی خوشی میں ساتویں دن عقیقے کے موقع پر حضرت عبد المطلب نے کئی اونٹ ذبح کر کے قریش کے تمام لوگوں کی دعوت کی۔ (1)

نام محمد رکھنے کی وجہ

جب کھانے کے بعد سب نے آپ کے نورِ نظر کا نام پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔ (چونکہ اس وقت باپ دادا کے نام پر نام رکھنے کا عام رواج تھا اور ایسا نام پہلے کبھی نہیں رکھا گیا تھا، لہٰذا) وہ کہنے لگے: ایسا نام رکھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ آسمان میں اللہ پاک اور زمین پر اس کی مخلوق میرے نورِ نظر کی تعریف کرے۔ (2)

یہ نام رکھنے کا ایک سبب شاید وہ خواب بھی تھا جو آپ نے حضور کی ولادت سے قبل دیکھا تھا، یہ خواب کئی سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے۔

حضرت عبد المطلب کا خواب

امام ابو نعیم نے اپنی دلائل النبوہ میں یہ خواب ابو طالب کے حوالے سے کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ میرے والد عبد المطلب فرماتے ہیں: میں حطیمِ کعبہ میں آرام کر رہا تھا کہ میں نے ایک ہولناک خواب دیکھا جس سے میں سخت گھبرا گیا۔ چنانچہ،

میں قریش کی کاہنہ کے پاس آیا اور اسے بتایا کہ میں نے آج رات خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت اُگا، اس کی اونچائی آسمان تک اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں، میں نے اس سے زیادہ چمک دار نور نہیں دیکھا بلکہ وہ نور سورج کے نور سے بھی

---

1 تاریخ خمیس، 1/204

2 سبل الہدیٰ والرشاد، 1/360

70 گنا زیادہ تھا، تمام عرب و عجم اسے سجدہ کر رہے تھے، وہ نور ہر لمحہ بڑھتا اور بلند ہوتا جاتا تھا، کبھی پوشیدہ اور کبھی ظاہر ہو جاتا، میں نے دیکھا کہ قریش کے کچھ لوگ اس کی شاخوں سے لٹک رہے ہیں جبکہ بعض اس درخت کو کاٹنا چاہتے ہیں، مگر جب وہ اس کے قریب آئے تو ایک انتہائی خوبرو نوجوان نے انہیں پکڑ لیا اور ان کی کمروں کو توڑ دیا اور آنکھیں پھوڑ دیں، میں نے ہاتھ بڑھایا تاکہ اس سے کچھ حصہ لے لوں (مگر ایسا نہ کر سکا) پھر پوچھا کہ اس سے کس کس کو حصہ ملے گا؟ تو جواب ملا: جو آپ سے پہلے اس درخت کے ساتھ لٹک رہے ہیں، اس کے بعد میں گھبرا کر جاگ اٹھا۔ یہ خواب سن کر اس کاہنہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ کہنے لگی: اگر آپ کا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کی اولاد میں ایک ایسی ہستی پیدا ہو گی جو مشرق و مغرب کی مالک ہو گی اور لوگ اس کے مطیع ہو جائیں گے۔ حضرت عبد المطلب نے ابو طالب کو جب اپنا یہ خواب اور اس کی تعبیر بتائی تو کہا کہ شاید اس خواب میں جو شخص میں نے دیکھا ہے وہ تم ہی ہو۔ مگر جب حضور کی ولادت ہوئی تو ابو طالب نے کہا: اللہ کی قسم! وہ درخت (جو میرے والد عبد المطلب نے خواب میں دیکھا تھا) اس سے مراد حضور ہی ہیں۔ اس پر کسی نے ابو طالب سے عرض کی کہ جب آپ یہ حقیقت جانتے ہیں تو پھر ان پر ایمان کیوں نہیں لے آتے؟ تو وہ فرمانے لگے کہ مجھے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑنے پر شرمندگی کا خوف ہے۔[1]

ہنڈیا ٹوٹ گئی

زمانہ جاہلیت میں عرب میں دستور تھا کہ بچہ پیدا ہوتا تو اسے کسی بڑے برتن سے

---

1 دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص54، حدیث:51

ڈھانپ دیتے اور صبح تک اس سے برتن اٹھاتے نہ رات بھر اسے دیکھتے۔ چنانچہ حضور پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا مگر برتن ہی ٹوٹ گیا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جب حضور دنیا میں تشریف لائے تو ایک زبردست نور چمکا، پیدا ہوتے ہی آپ دونوں ہاتھوں سے زمین کو تھام کر بیٹھ گئے، آپ کی آنکھیں آسمان پر تھیں۔ پھر گھر والوں نے آپ پر ایک بڑی ہنڈیا رکھ دی مگر کچھ ہی دیر بعد وہ دو ٹکڑے ہو گئی۔[1] ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو پیدا ہونے کے بعد ایک طشت کے سائے میں رکھا گیا جب اس طشت کو ہٹایا جاتا تو دیکھا جاتا کہ آپ آسمان پر نظریں جمائے ہوئے ہیں۔[2]

ایک روایت میں ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے آپ پر برتن رکھا، مگر تھوڑی ہی دیر بعد اسے ٹوٹا ہوا پایا اور کیا دیکھتی ہوں کہ آپ اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے جس سے دودھ نکل رہا تھا۔ بعض افراد کے نزدیک ہنڈیا وغیرہ کے یوں پھٹ جانے میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ کا معاملہ ہر ایک پر غالب ہو گا اور آپ جہالت کے اندھیروں کو ختم کر دیں گے۔[3]

حضور کی پیدائش پر اہل کتاب کی حالت

تورات کی گواہی

حضرت کعب الاحبار رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو حضور کی ولادت کے وقت کے متعلق بتا دیا تھا۔ لٰہذا

❶ دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص78، حدیث:80

❷ لطائف المعارف، ص184

❸ سبل الہدی والرشاد، 1/346

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم کو بتایا کہ فلاں ستارہ جو تمہارے ہاں فلاں نام سے معروف ہے، جب حرکت کرے اور اپنی جگہ سے چلنے لگے وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت ہو گا۔یہی وجہ ہے کہ علمائے بنی اسرائیل نسل در نسل اس بات سے آگاہ تھے۔ (1)

ایک یہودی کی پکار

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہُ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت کے وقت 7یا8 سال کا بچہ تھا۔ میں نے سنا اور دیکھا کہ ایک یہودی صبح کے وقت اپنی قوم کو پکار رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا۔یہودیوں نے اس سے کہا: کیا ہوا ہے، کیوں فریاد کر رہے اور ہمیں بلا رہے ہو؟ بولا: آج کی رات احمد کے ستارے نے طلوع کر لیا ہے۔ (2)

یہودی تاجر بے ہوش ہو گیا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک یہودی تجارت کرتا تھا، جب وہ رات آئی جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ولادت فرمائی تو اس یہودی نے پوچھا: اے گروہِ قریش! کیا آج کی رات تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ قریشیوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں۔ تو اس یہودی نے کہا: اس آخری امت کا نبی پیدا ہو گیا ہے اور اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے جس میں گھوڑے کی رگ کی مانند بال جمع ہیں۔ پھر جب اس یہودی کو سیدہ آمنہ کے پاس لایا گیا اور اس نے حضور کی

---

1. السیرۃ النبویۃ، 1/48
2. مدارج النبوت مترجم، 2/30

پشت مبارک سے قمیض اٹھا کر علامت دیکھی تو وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور کہنے لگا: خدا کی قسم! بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی۔ (1)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مقدس شانوں کے درمیان مہر نبوت کے ساتھ پیدا ہوئے تھے اور یہ آپ کی نبوت کی ان علامات میں سے ہے جس سے اہل کتاب آپ کو پہچانتے تھے اور اس کے متعلق پوچھا کرتے تھے اور اسے دیکھنے کا مطالبہ بھی کیا کرتے تھے۔ (2)

یوسف نامی یہودی کی حالت

علامہ واقدی سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں یوسف نامی ایک یہودی رہتا تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضور کی پیدائش کی تصدیق کی خاطر قریش کی ہر ہر محفل میں جا کر اہلِ قریش سے پوچھنے لگا: اے گروہِ قریش! تمہارے ہاں آج رات اس امت کا نبی پیدا ہو چکا ہے۔ چونکہ ابھی قریش میں سے کسی کو بھی اس واقعہ کا علم نہ تھا، لہٰذا اسے کچھ معلوم نہ ہو رہا تھا یہاں تک کہ جب وہ حضرت عبد المطلب کے پاس آیا اور اسے بتایا گیا کہ حضرت عبد اللہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ تو وہ بولا: تورات کی قسم! وہ نبی ہے۔ (3)

مکے کے علاوہ دیگر مقامات کے یہودی بھی جان گئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بنو قریظہ، بنو نضیر، فدک اور خیبر

---

1. مدارج النبوت مترجم، 2/29
2. لطائف المعارف، ص183
3. السیرۃ النبویہ، 1/49

کے یہودی حضور کی پیدائش سے قبل آپ کی صفات جانتے تھے، وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آپ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے، جب آپ کی ولادت ہوئی تو یہود کے علما نے کہا: آج رات احمد مجتبیٰ پیدا ہو گئے ہیں، ان کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔(1)

مر الظہران کے مقام پر ایک شامی راہب اہل مکہ کو ایک ایسے بچے کے پیدا ہونے کی خبر دیا کرتا تھا جس کے دین کو اہل عرب اختیار کریں گے اور وہ عجم کا بھی مالک ہو گا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ حضرت عبد المطلب کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے تو اس نے پوچھا: اس کا نام کیا رکھا ہے؟ جب بتایا گیا کہ اس کا نام محمد رکھا ہے تو وہ بولا: اللہ کی قسم! میں جانتا تھا کہ وہ بچہ آپ کے ہی گھرانے میں پیدا ہو گا، اس کی پہچان کی تین خصوصیات پائی جا رہی ہیں: ❶ اس کا ستارہ گزشتہ رات طلوع ہوا ❷ وہ آج کے دن پیدا ہوا اور ❸ اس کا نام محمد ہے۔(2)

شیاطین کی حالت

شیاطین کو آسمانوں سے روک دیا گیا

حضرت ابن عباس رضی اللہُ عنہما سے مروی ہے کہ شیاطین کو آسمانوں پر جانے کی اجازت تھی۔ انہیں روکا نہ جاتا تھا وہ ان میں داخل ہو کر زمین پر عنقریب ظاہر ہونے والے امور کی خبریں لا کر کاہنوں کو بتا دیتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ولادت ہوئی تو انہیں 3 آسمانوں سے روک دیا گیا۔ جبکہ حضرت وہب کی روایت کے مطابق انہیں 4 آسمانوں سے روک دیا گیا۔ پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ولادت باسعادت

---

❶ طبقات ابن سعد، 1/127

❷ مواہب لدنیہ، 1/76

ہوئی تو انہیں سارے آسمانوں سے روک دیا گیا اور آسمانوں کو شہاب ثاقب سے محفوظ کر دیا گیا۔ اب جو بھی چوری چھپے سننے کی کوشش کرتا ہے اسے شہاب ثاقب مارا جاتا ہے۔ اس کے بعد جب حضور نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو اس وقت اس شہاب باری میں بھی مزید تیزی آگئی۔ (1)

شیطان کا دھاڑیں مار کر رونا

تفسیر بقی بن مخلد کے حوالے سے کئی مؤرخین و سیرت نگاروں نے یہ بات نقل کی ہے کہ شیطان چار مرتبہ دھاڑیں مار مار کر رویا:

❶ جب اس پر لعنت کی گئی۔

❷ جب اسے زمین پر اتارا گیا۔

❸ جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی ولادت ہوئی۔

❹ اور جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ (2)

یہی روایت امام مجاہد سے بھی منقول ہے مگر اس میں ہے کہ شیطان تیسری مرتبہ اس وقت رویا جب حضور کی بعثت ہوئی۔ (3)

جبلِ ابی قبیس پر شیطان کی دہائی

جب اللہ پاک کے اذن سے نورِ سرکار بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اطہر میں منتقل ہوا تو شیطان لعین 40 دن تک اوندھے منہ پڑا رہا، پھر جبلِ ابی قبیس پر پہنچ کر بلند آواز

---

❶ السیرۃ النبویہ، 1/48

❷ البدایہ والنہایہ، 2/223

❸ حلیۃ الاولیاء، 3/341، الرقم: 4209

سے رونے لگا، دیگر شیاطین اس کے پاس جمع ہوئے اور وجہ پوچھی تو وہ بولا: تم سب ہلاک و برباد ہو جاؤ! فلاں عورت نے ہم سب کی ہلاکت کا سامان کر دیا ہے۔ پھر اس نے انہیں بتایا کہ جلد ہی آخری نبی حضرت محمد پیدا ہونے والے ہیں، ان کے پاس توحید کی ایسی تلوار ہو گی جس سے وہ ہمیں اس طرح کاٹیں گے کہ اس کے بعد زندگی کا تصور محال ہو گا، وہ تمام ادیان کو مٹا دیں گے، بت پرستی کا خاتمہ کر دیں گے، بلکہ ہم دنیا میں جدھر بھی جائیں گے اللہ پاک کی وحدانیت کا ہی چرچا پائیں گے۔ (1)

حضور کی پیدائش پر شیطانی کانفرنس

جب حضور کی پیدائش ہوئی تو شیطان نے اپنے لشکریوں سے کہا: آج رات ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو ہمارا معاملہ برباد کر دے گا۔ اس پر اس کے لشکریوں نے اسے مشورہ دیا کہ اگر ایسا ہے تو پھر اگر ممکن ہو تو تم ہی جا کر اس بچے کی عقل میں خرابی پیدا کر دو۔ چنانچہ شیطان کو یہ بات اچھی لگی مگر جب وہ اس پر عمل کرنے کے لئے حضور کے قریب ہوا تو اللہ پاک نے حضرت جبرائیل امین علیہ السّلام کو آپ کی حفاظت کے لئے بھیجا اور انہوں نے آتے ہی شیطان لعین کو کھینچ کر ایسی ٹانگ رسید کی کہ وہ ملک عدن میں جا گرا۔ (2)

بتوں کی حالت

اسی طرح قریش کا ایک بت تھا، جس کے پاس وہ اکٹھے ہو کر ہر سال عید اور جشن مناتے اور اعتکاف بھی کرتے۔ حضور کی شبِ ولادت انہوں نے دیکھا کہ وہ بت اوندھا پڑا

---

1 شرف المصطفٰے، 1/347، حدیث:92

2 خصائص کبریٰ، 1/86

ہوا ہے، انہوں نے اسے اٹھا کر دو تین بار اپنی جگہ کھڑا کیا مگر وہ ہر بار گر جاتا۔[1] جبکہ سیرت حلبیہ وغیرہ کتب سیرت میں یہ بھی مذکور ہے کہ قریش کے ان لوگوں میں اس وقت ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل اور عبد اللہ بن جحش بھی تھے۔ چنانچہ جب انہوں نے بت کا بار بار اوندھا ہو جانا دیکھا تو ان میں سے کسی نے اس بت سے اس کے اوندھا ہو جانے کا سبب پوچھا تو اچانک بت کے پیٹ سے آواز آئی: ایک ایسا بچہ پیدا ہو چکا ہے جس کے نور سے مشرق و مغرب میں زمین کے تمام گوشے منور ہو چکے ہیں۔[2]

یہی واقعہ کچھ تفصیلات کے ساتھ امام خرائطی رحمۃُ اللہِ علیہ نے اپنی کتاب ہواتف الجنان میں حضرت اسماء بنتِ ابی بکر سے مروی کچھ یوں نقل کیا ہے کہ واقعہ فیل کے بعد زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل نجاشی کے پاس گئے۔ تو اس نے ان سے پوچھا: اے قریشیو! مجھے سچ بتانا کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس کے والد نے اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہو مگر پھر اس کی طرف سے بہت سے اونٹ ذبح کیے گئے ہوں۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو نجاشی نے مزید تفصیلات پوچھیں، حقیقت میں نجاشی حضور کی پیدائش کی رات رونما ہونے والے عجائبات جاننا چاہتا تھا۔ چنانچہ،

پہلے ورقہ بن نوفل نے عرض کی: بادشاہ سلامت! اس رات میں ایک بت کے قریب ہوا تو اس کے پیٹ سے کسی کو یہ کہتے سنا: نبیِ کریم پیدا ہو چکے ہیں، اب دنیاوی بادشاہ (اگر ان کے مطیع نہ ہوئے تو) ذلیل ہوں گے، گمراہی دور ہو جائے گی اور شرک پیٹھ کر بھاگے گا۔ پھر وہ بت منہ کے بل گر پڑا۔

---

1 مدارج النبوت مترجم، 2/33

2 سیرت حلبیہ، 1/104

اس کے بعد زید بن عمرو نے بتایا کہ اے بادشاہ! میں نے اس رات دیکھا کہ جبلِ ابی قبیس پر دو سبز پروں والا ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور اس نے مکہ مکرمہ کی طرف دیکھ کر یہ اعلان کیا: آج کی رات وہ ہستی پیدا ہو چکی ہے جسے الامین کہا جائے گا، اب شیطان ذلیل ہو گا اور بت پرستی کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد اس فرشتے نے ایک کپڑا پھیلایا جس نے مشرق و مغرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس کے نیچے ہر چیز روشن ہو گئی، یہاں تک کہ اس نور سے میری آنکھیں چندھیا گئیں اور مجھے گمان ہونے لگا کہ شاید اب دوبارہ میں کبھی دیکھ نہ پاؤں گا۔ پھر وہ فرشتہ اڑ کر خانہ کعبہ کے اوپر آیا تو اس کے نور سے سارا تہامہ روشن ہو گیا۔ پھر وہ فرشتہ بولا: ساری زمین پاک ہو گئی ہے اور اس کی بہار لوٹ آئی ہے۔ اس کے بعد اس نے ان بتوں کی طرف اشارہ کیا جو خانہ کعبہ کی چھت پر تھے تو وہ سب نیچے گر پڑے۔ [1]

ھاتفِ غیبی کی بشارتیں

نجاشی بادشاہ کو ہاتف غیبی کی آواز

جب ورقہ بن نوفل اور زید بن عمرو نے اپنی اپنی بات مکمل کر لی تو نجاشی نے کہا: اب میں تمہیں اپنے بارے بتاتا ہوں؛ جس رات کا تذکرہ تم کر رہے ہو اس رات میں اپنے خیمے میں تنہا تھا اور میں سونے لگا تھا کہ اچانک زمین سے گردن تک کسی کا سر بلند ہوا اور وہ بولا: اصحابِ فیل پر ہلاکت اتری! ابابیل نے انہیں پتھروں سے برباد کر دیا۔ ظالم اور مجرم اَشْرَم ہلاک ہو گیا ہے۔ حرم پاک یعنی مکہ شریف میں ایک ایسی ہستی پیدا ہوئی ہے جو

---

1 سبل الہدی والرشاد، 1 / 351

نبوت کے مقام پر فائز ہو گی اور جو ان کی پکار پر لبیک کہے گا کامیاب ہو گا اور جو انکار کرے گا سرکش شمار ہو گا۔ یہ کہنے کے بعد وہ سرزمین میں غائب ہو گیا۔ میں نے (ڈر کر) چیخنے کی کوشش کی، مگر حلق سے آواز تک نہ نکلی، کھڑے ہونے کا ارادہ کیا مگر اس میں بھی کامیاب نہ ہوا۔ (میری حالت دیکھ کر سبھی پریشان تھے) اتنے میں میرے اہل خانہ میں سے کوئی میرے پاس آیا تو میں نے (بڑی مشکل سے) اسے کہا: حبشہ کے دیگر لوگوں کو مجھ سے دور لے جاؤ۔ ایسا کرتے ہی اللہ پاک نے میری زبان کو بولنے کی اور ٹانگوں کو چلنے کی طاقت لوٹا دی۔[1]

جبلِ ابی قبیس اور جبلِ حجون سے ہاتف غیبی کی پکار

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ایک طرف جبلِ ابی قبیس سے اور دوسری طرف جبلِ حجون سے کسی کی آواز سنائی دی مگر آواز دینے والا کہیں دکھائی نہ دیا۔ چنانچہ،

جبلِ حجون جو کہ حقیقت میں ایک قبرستان بھی تھا جہاں قریش اپنی بچیوں کو زندہ دفن کیا کرتے تھے، کی طرف سے کسی نے یہ اشعار سنائی دیئے:

فَاُقْسِمُ لَا اُنْثٰی مِنَ النَّاسِ اَنْجَبَتْ	وَلَا وَلَدَتْ اُنْثٰی مِنَ النَّاسِ وَاحِدَہْ
کَمَا وَلَدَتْ زُھْرِیَّۃٌ ذَاتُ مَفْخَرٍ	مُجَنَّبَۃٌ لُؤْمَ الْقَبَائِلِ مَاجِدَہْ
فَقَدْ وَلَدَتْ خَیْرَ الْقَبَائِلِ اَحْمَدَا	فَاَکْرِمْ بِمَوْلُودٍ وَاَکْرِمْ بِوَالِدَہْ

یعنی میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ لوگوں میں سے کوئی عورت اتنے بلند بخت والی ہے نہ کسی عورت نے اتنا بہترین بچہ جنم دیا ہے۔ جس طرح کا مبارک بچہ حضرت آمنہ نے جنم دیا ہے، ان کی بزرگی قبائل

[1] سبل الہدی والرشاد، 1/351

کی ملامت کے لیے ڈھال ہے۔ انہوں نے سارے لوگوں سے بہترین احمد نبی مجتبیٰ کو جنم دیا ہے۔ یہ مولود اور اس کی والدہ ماجدہ کتنی مبارک ہیں۔

جبکہ جبل ابی قبیس کی طرف سے یہ اشعار سنائی دیئے:

يَا سَاكِنِي الْبَطْحَاءِ لَا تَغْلَطُوا	وَمَيِّزُوا الْاَمْرَ بِعَقْلٍ مَضِي
اِنَّ بَنِي زُهْرَةَ مِنْ سِرِّكُمْ	فِي غَابِرِ الدَّهْرِ وَ عِنْدَ الْبَدِي
وَاحِدَةٌ مِنْكُمْ فَهَاتُوا لَنَا	فِيمَنْ مَضٰى فِي النَّاسِ اَوْ مَنْ بَقِي
وَاحِدَةً مِنْ غَيْرِكُمْ مِثْلَهَا	جَنِينُهَا مِثْلُ النَّبِيِّ التَّقِي

یعنی اے وادی بطحا کے رہنے والو! کسی غلطی کا ارتکاب نہ کر بیٹھنا اور عمدہ عقل کے ساتھ معاملے کو سمجھنا۔ بلاشبہ بنو زہرہ میں سے حضرت آمنہ تمہارے گزر جانے والے اور موجود تمام افراد سے افضل ہیں، وہ ہی یکتا و بے مثال نہیں، بلکہ انہوں نے جس بیٹے کو جنم دیا ہے وہ بھی بے مثال اور متقی نبی ہے، گزشتہ اور موجود لوگوں میں ان ماں بیٹے کی مثل کوئی ہو تو لے کر آؤ۔[1]

سیدہ آمنہ کے دیگر حالاتِ زندگی

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شادی سے پہلے کے حالاتِ زندگی ہوں یا اس کے بعد کے،،، ان کا تذکرہ تاریخ کی کتب میں بہت کم ملتا ہے، البتہ! جو چند تفصیلات ملتی بھی ہیں تو ان کا تعلق کسی نہ کسی طرح حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے ساتھ ہے، اس کی کئی وجوہات ہیں، ایک تو مؤرخین کا ان کے حالاتِ طیبہ کو بخوبی بیان نہ کرنا اور دوسرا ان کا چادر و چار دیواری کو ہمیشہ لازم پکڑے رہنا اور سماجی معاملات سے دور رہنا ہے۔

---

1 موسوعۃ ابن ابی دنیا، 4/60

سیدہ آمنہ ایک پردہ دار خاتون تھیں

سیدہ آمنہ نے جس دور میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی وہ دور ایسا تھا جس میں عورتیں خوب بن سنور کر بے پردہ گھروں سے نکلتیں اور بازاروں وغیرہ میں مردوں کے دوش بدوش گھومتی پھرتی تھیں۔ مگر قربان جائیے بی بی آمنہ رضی اللہُ عنہا کی شان پر! آپ نے اس دور میں بھی چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال نہ ہونے دیا اور پردے کا جو حکم آپ کے نورِ نظر کے لائے ہوئے دین میں سالوں بعد نازل ہوا، اس پر آپ نے پہلے ہی خوب عمل کرکے دکھایا اور گویا ثابت کردیا کہ آپ تو پہلے ہی سے ایک حقیقی مومنہ تھیں۔ جیسا کہ تاریخِ خمیس میں حافظ صلاح الدین علائی کے حوالے سے منقول ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہُ عنہا انتہائی پردہ دار خاتون تھیں، ہمیشہ گھر کی چار دیواری میں رہتیں، نامحرم مردوں سے ملنا اور ان کی خبریں سننا بالکل پسند نہ فرماتیں۔ (1)

وفا شعار بیوی

اگر عرب کے اس وقت کے حالات اور حافظ صلاح الدین علائی کی اس بات کے تناظر میں سیدہ آمنہ کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ سیدہ آمنہ کی عقلمندی و معاملہ فہمی اور زبان دانی کی صلاحیتیں اللہ پاک کی خاص عطا کردہ تھیں۔ آپ کے متعلق سیرت نگاروں نے اگرچہ کچھ خاص نہیں لکھا، مگر آپ کے متعلق جو چند باتیں ذکر کی ہیں وہی آپ کی شخصیت کی عکاس بھی ہیں۔ چنانچہ آپ نے مختلف مواقع پر جو اشعار برجستہ کہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک وفا شعار بیوی تھیں، مثلاً جب آپ

---

1 تاریخ خمیس، 1/424

کو اپنے سر تاج حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے وصالِ پر ملال کی خبر ملی تو اس وقت آپ نے اپنے جذبات کا اظہار جن الفاظ میں فرمایا، وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ آپ اپنے شوہر سے انتہائی محبت کرنے والی تھیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ کے وصال پر آپ سے منقول قصیدے کے چند اشعار مع مفہوم ذیل میں پیشِ خدمت ہیں:

عَفَا جَانِبُ الْبَطْحَاءِ مِنَ ابْنِ هَاشِمٍ

وَجَاوَرَ لَحْدًا خَارِجًا فِي الْغَمَاغِمِ

یعنی بطحا کی سرزمین حضرت ہاشم کے فرزند سے خالی ہو گئی ہے کہ وہ وادی مکہ سے دور کفن پہنے کسی قبر میں محو آرام ہو گیا ہے۔

دَعَتْهُ الْمَنَايَا دَعْوَةً فَاَجَابَهَا

وَمَا تَرَكَتْ فِي النَّاسِ مِثْلَ ابْنِ هَاشِمٍ

یعنی موت نے انہیں پکارا تو انہوں نے فوراً آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا، (ہائے افسوس!) اب ان کی مثل (اعلیٰ پائے کا انسان) بنی ہاشم میں کوئی باقی نہیں رہا۔

عَشِيَّةَ رَاحُوا يَحْمِلُوْنَ سَرِيرَهُ

تَعَاوَرَهُ اَصْحَابُهُ فِي التَّزَاحُمِ

یعنی حضرت عبد اللہ نے جس شام کو اس جہاں سے رختِ سفر باندھا اور ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو اس وقت (انہیں رخصت کرنے والے) ان کے دوست احباب اتنے زیادہ تھے کہ ان کا جنازہ ایک کندھے سے دوسرے کندھے پر بار بار تبدیل ہو رہا تھا۔ (جو اس بات کا ثبوت ہے کہ)

فَاِنْ يَكُ غَالَتْهُ الْمَنَايَا وَرَيْبُهَا

فَقَدْ كَانَ مِعْطَاءً كَثِيرَ التَّرَاحُمِ

موت نے اگرچہ انہیں ہم سب سے جدا کر دیا ہے مگر (ان کے احسانات اور کرم نوازیاں اب بھی ہمارے ساتھ ہیں، کیونکہ) وہ حقیقت میں بہت زیادہ عطا کرنے اور رحم فرمانے والے تھے۔[1]

سیدہ آمنہ رضی اللہُ عنہا کے ان اشعار سے جہاں آپ کا وفا شعار ہونا معلوم ہوتا ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہو رہی ہے کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہُ عنہ کا اپنی زوجہ سے حسنِ سلوک کتنا عمدہ تھا کہ ان کی رحلت کے بعد سیدہ آمنہ رضی اللہُ عنہا نے کتنے ہی خوبصورت انداز میں انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ بلاشبہ حضرت عبد اللہ اپنے وقت کے بہترین انسان تھے اور حضرت آمنہ نے جو کہا سچ کہا اور اس کی تصدیق حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اس فرمانِ عالی شان سے بھی ہوتی ہے کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہو۔[2]

سیدہ آمنہ کی قادر الکلامی

عرب چونکہ اپنی زبان دانی پر فخر کرتے تھے اور اپنے مقابلے میں غیر عرب قوموں کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے، لہٰذا فصیح و بلیغ کلام کرنا اور اشعار کی شکل میں اپنے خیالات کا برجستہ اظہار کرنا ان کے ہاں عام تھا اور قدرت نے بھی اس حوالے سے انہیں کافی نواز رکھا تھا۔ چنانچہ،

اس ماحول میں سیدہ آمنہ کی تربیت اگرچہ گھر کی چار دیواری میں ہوئی مگر آپ نے

---

1. طبقات ابن سعد، 1/80
2. ترمذی، 5/475، حدیث:3921

عربوں کے ضروری علوم و فنون اپنے خاندان سے ورثے میں پائے جن میں خاندانِ بنو ہاشم کی بہو بن کر مزید نکھار آگیا۔ مذکورہ قصیدے کے چند اشعار اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ سیدہ آمنہ کتنی قادرُ الکلام تھیں کہ جب الفاظ آپ کے مبارک منہ سے جاری ہوتے تو گویا موتیوں کی ایک حسین لڑی خود بخود تیار ہو جاتی۔ آپ کی قادرُ الکلامی کی یہ جھلک دیگر مواقع پر بھی نظر آتی ہے، مثال کے طور پر ایک اس وقت جب حضور صلی اللہ علیہ والٖہ وسلم کو لے کر سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا اپنے گھر روانہ ہونے لگیں تو حضرت آمنہ رضی اللہُ عنہا نے جو الوداعی وبرجستہ کلام فرمایا، وہ کچھ یوں تھا:

اُعِیذُہُ بِاللّٰہِ ذِي الْجَلالِ

مِنْ شَرِّ مَا مَرَّ عَلَی الْجِبَالِ

یعنی میں اپنے لختِ جگر کو عظمت و جلال کے مالک اللہ پاک کی پناہ میں دیتی ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو انسانی جسم کو لاحق ہو سکتی ہے۔

حَتّٰی اَرَاہُ حَامِلَ الْحِلَالَ

وَ یَفْعَلُ الْعُرْفَ اِلَی الْـمَوَالِي

یہاں تک کہ میرا یہ لختِ جگر عمر کے اس حصے تک پہنچ جائے کہ حلال رزق کمانے لگے اور اس کے پاس کثیر غلام ہوں جن کے ساتھ یہ حسنِ سلوک سے پیش آئے۔

وَغَیْرِھِمْ مِنْ حِشْوَۃِ الرِّجَالِ (1)

صرف غلاموں کے ساتھ ہی اچھا سلوک نہ کرے، بلکہ دیگر معاشرے کے پسے ہوئے لوگوں کا بھی خیر خواہ بنے۔

---

(1) طبقات ابن سعد، 1/ 90

ہر ماں اپنے لختِ جگر کے متعلق ایسی نیک تمناؤں کا اظہار اگرچہ کرتی ہے مگر قربان جایئے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی عظمت و شان پر! آپ نے جس ہستی کو جنم دیا اس کے متعلق گویا یہ یقین رکھتی تھیں کہ آپ کا لختِ جگر ایسا عظیم سردار بنے گا جو رحیم و شفیق ہو گا اور اس کی دادرسی و خیر خواہی سے ہر دکھی دل فیض پائے گا، وہ اپنوں کے غموں کا مسیحا ہی نہ ہو گا بلکہ معاشرے کے ہر فرد کا غم گسار ثابت ہو گا۔ آپ کے یہ اشعار آپ کی شخصیت کے ان پہلوؤں کو بھی خوب واضح فرما رہے ہیں کہ آپ کو حلال و حرام کی خوب پہچان حاصل تھی اور چاہتی تھیں کہ آپ کا لختِ جگر بھی حلال کمائی کرنے والا بنے اور پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ کی یہ خواہش و تمنا اللہ پاک نے کس طرح پوری فرمائی۔

سیدہ آمنہ کا اپنے نورِ نظر پر یقین کامل

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قادرُ الکلامی کی ایک جھلک کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ آپ کو اپنے لختِ جگر کی عظمت پر کس قدر یقین تھا، کیونکہ جب سے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا نورِ مبارک آپ کے بطنِ اطہر میں جلوہ گر ہوا تھا، آپ مسلسل ایسی باتیں دیکھتی آرہی تھیں جو بلاشبہ ان کے نورِ نظر کی عظمت کی واضح اور روشن دلیل تھیں، لہٰذا جب بھی آپ کو حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت بیان کرنے کا موقع ملا تو آپ نے بڑے ٹھوس انداز میں اس کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ،

ایسے ہی ایک موقع پر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے جو کچھ فرمایا وہ بھی آپ کے اپنے لختِ جگر کی عظمت پر یقین کی واضح مثال ہے۔ ہوا کچھ یوں کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کے دوران جب شقِ صدر کا واقعہ پیش آیا تو حضرت حلیمہ اور ان کے

شوہر دونوں بے حد گھبرا گئے تو حضرت حارث یعنی سیدہ حلیمہ کے شوہر نے ان سے کہا: اے حلیمہ! مجھے ڈر ہے کہ ان کے اوپر شاید کچھ آسیب کا اثر ہے، لہٰذا بہت جلد تم ان کو ان کے گھر والوں کے پاس چھوڑ آؤ۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر مکہ مکرمہ آئیں کیونکہ انہیں اس واقعہ سے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ شاید اب ہم کماحقہ ان کی حفاظت نہ کر سکیں گے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے جب مکہ معظمہ پہنچ کر آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا تو انہوں نے اپنی خداداد فراست سے جان لیا کہ ضرور کوئی ایسی بات رونما ہو گئی ہے جس کی وجہ سے یہ اتنی جلد ان کے لختِ جگر کو واپس لے آئی ہیں۔ لہٰذا آپ نے ان سے جب بصد اصرار دریافت فرمایا: **حلیمہ! تم تو بڑی خواہش اور چاہ کے ساتھ میرے بچے کو اپنے گھر لے گئی تھی پھر اس قدر جلد واپس لے آنے کی وجہ کیا ہے؟** تو آخر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے شکم چاک کرنے کا واقعہ بیان کیا اور آسیب کا شبہ ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا: **ہر گز نہیں! خدا کی قسم! میرے نورِ نظر پر ہر گز کبھی بھی کسی جن یا شیطان کا اثر نہیں ہو سکتا، میرے بیٹے کی بڑی شان ہے۔** پھر چند حیرت انگیز واقعات سنا کر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو مطمئن کر دیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ان کے سپرد کر کے اپنے گاؤں واپس چلی گئیں۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی عظمت کی یہ گواہیاں گاہے گاہے ملتی ہی رہتی تھیں کہ جس کے شاہد صرف حضور کے اپنے خاندان کے لوگ یعنی ان کی والدہ ماجدہ اور دادا جان عبد المطلب ہی نہیں تھے بلکہ دیگر لوگ بھی ان نشانیوں کو دیکھ کر آپ کی عظمت کے شاہد

---

1. سیرتِ مصطفٰے، ص78-79 مفہوماً

تھے، چنانچہ بعض سیرت نگاروں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور کو لے کر مکہ شریف آ رہی تھیں تو راستے میں ایک جگہ حضور ان سے جدا ہو گئے، وہ کافی پریشان ہو گئیں، خوب تلاش کیا اور بالآخر اسی پریشانی کے عالم میں حضرت عبد المطلب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئیں: میں آپ کے لختِ جگر کو لے کر آ رہی تھی کہ مکہ شریف کے بالائی علاقے میں وہ کہیں گم ہو گئے۔ خدا کی قسم! اب میں نہیں جانتی کہ وہ کہاں ہیں؟ حضرت عبد المطلب نے یہ سنا تو فوراً کعبے کے پاس کھڑے ہو کر یہ دعا کی:

یا ربِّ! رُدَّ وَلَدِی مُحَمَّدًا

اُرْدُدْہُ رِبِّي واصْطَنِعْ عِنْدِی یَدًا

یعنی اے میرے رب! میرا بیٹا محمد واپس بھیج دے، اس کو میرے پاس بھیج اور اسے میرا دست و بازو بنا دے۔

اتنے میں آسمان سے یہ آواز آئی: لوگو! پریشان مت ہو، محمد کا رب موجود ہے وہ اس کو رسوا کرے گا نہ ضائع ہونے دے گا۔ اس پر حضرت عبد المطلب نے آواز دینے والے سے عرض کی: ان کو ہمارے پاس کون پہنچائے گا؟ تو آواز آئی: وہ تہامہ کی وادی میں فلاں درخت کے پاس ہیں۔ چنانچہ،

یہ سنتے ہی وہ فوراً ادھر چل دیئے، وہاں ایک بہت زیادہ گھنے درخت کے نیچے ایک لڑکے کو کھڑے دیکھا تو پوچھنے لگے: بیٹا! تم کون ہو؟ حضور نے جواب دیا: میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اس پر حضرت عبد المطلب نے کہا: تم پر میری جان قربان! میں ہی تمہارا دادا عبد المطلب ہوں۔ پھر انہوں نے حضور کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کر کے مکہ لے آئے، یہاں انہوں نے بکریاں اور گائیں ذبح کیں اور مکے

والوں کی دعوت کی۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد علامہ نورُ الدین حلبی رحمۃُ اللہِ علیہ سیرتِ حلبیہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب کا حضور سے یہ پوچھنا کہ آپ کون ہیں؟ شاید اس لئے تھا کہ آپ اس عمر میں جتنے بڑے ہو گئے تھے، اتنے عام طور پر اس عمر کے بچے نہیں ہوتے، (یہی وجہ ہے کہ حضور کو ایک عرصہ کے بعد دیکھ کر پہچان نہ سکے)۔[1]

تاریخِ یعقوبی میں اس کی وضاحت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم واپس مکہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر چار یا پانچ سال تھی، مگر دکھائی یوں دیتا تھا کہ آپ 10 سال کے ایک مضبوط لڑکے ہوں۔[2]

حضور کے جسمِ اطہر کی نشو و نما

یاد رکھئے! حضور کے جسمِ مبارک کی نشو و نما عام بچوں سے بالکل جدا تھی۔ جیسا کہ سیدہ حلیمہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: حضور کی ایک دن کی جسمانی نشو و نما ایسی تھی جیسے عام بچوں کی ایک ماہ میں ہوتی ہے اور آپ ایک ماہ میں اتنے بڑے ہو جاتے جتنے عام بچے ایک سال میں بڑے ہوتے ہیں۔[3] یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم دو سال کی عمر مبارک میں ہی ایک قوی اور توانا بچے کی مانند نظر آتے۔[4]

اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی نشو و نما کے متعلق جو تفصیلات مروی ہیں،

---

❶ سیرتِ حلبیہ، 1/138

❷ تاریخِ یعقوبی، 2/10

❸ مسندِ ابی یعلیٰ، 6/172، حدیث: 7127

❹ الوفا، 1/92

ان کے مطابق

- حضور 2 ماہ کی عمر مبارک میں گھٹنوں کے بل چلنے لگے۔
- 3 ماہ میں اٹھ کر کھڑے ہونے لگے۔
- 4 ماہ میں دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر ہر طرف چلا کرتے۔
- 5 ماہ تک بآسانی چل پھر لیتے تھے۔
- جب عمر مبارک 6 ماہ کو پہنچی تو تیز چلنا شروع فرما دیا تھا۔
- 7 ماہ میں ہر طرف خوش اسلوبی سے دوڑتے تھے۔
- جب 8 ماہ کے ہوئے تو یوں کلام فرماتے کہ بات اچھی طرح سمجھ آجاتی۔
- 9 ماہ کی عمر میں فصیح گفتگو فرمانے لگے۔
- جب عمر مبارک 10 ماہ کی ہو گئی تو بچوں کے ساتھ تیر اندازی میں سبقت لے جاتے۔

کسی نے آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں طاقت کے اعتبار سے ایک مضبوط ترین عرب ہوں اور نیزہ زنی میں سب سے زیادہ دلیر، دین میں سب سے اعلیٰ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ (1)

معلوم ہوا کہ جب حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے پاس واپس تشریف لائے تو قد و قامت میں دس سال کے معلوم ہوتے تھے، تیر اندازی و نیزہ زنی میں بھی ماہر تھے اور جسمانی ڈیل ڈول کے اعتبار سے بھی انتہائی مضبوط تھے۔

اس کے بعد جب تک حضور اپنی والدہ ماجدہ کی پرورش میں رہے کوئی خاص واقعہ

---

(1) معارجُ النبوۃ، رکن دوم، ص 55

ہمارے مطالعہ کے مطابق کسی سیرت نگار نے ذکر نہیں کیا، البتہ! ابنِ اسحاق کے حوالے سے یہ ضرور منقول ہے کہ حضور اپنی والدہ ماجدہ اور (پھر ان کے بعد) اپنے دادا حضرت عبد المطلب کے ساتھ اللہ پاک کی حفظ و امان میں رہے اور اللہ پاک نے حضور کو ان دونوں کی دیکھ بھال میں خوب پروان چڑھایا۔[1] چنانچہ،

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم چھ سال کی عمر مبارک میں گویا کسی بھی مضبوط نوجوان سے کم دکھائی نہ دیتے تھے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہُ عنہا کے ہاں سے واپس اپنی والدہ ماجدہ کے پاس مکہ مکرمہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر تقریباً چار یا پانچ سال تھی، مگر دکھائی یوں دیتا تھا کہ آپ 10 سال کے ہیں۔[2]

حضور کا پہلا اور آپ کی والدہ ماجدہ کا آخری سفر مدینہ

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کچھ عرصہ اپنی والدہ ماجدہ کے پاس رہے اور انہیں اپنے لختِ جگر کی دانائی و بہادری کے کمالات کا بخوبی ادراک ہو گیا اور یہ یقین بھی ہو گیا کہ ان کا نورِ نظر مدینہ منورہ کے طویل اور دشوار سفر کی مشکلات برداشت کرنے کے قابل ہے تو انہوں نے حضرت عبد المطلب کی اجازت سے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا، اس سفر سے سیدہ آمنہ کے دو مقصود تھے، ایک تو حضور کو ان کے دادا عبد المطلب کے ننھیال سے متعارف کروانا اور دوسرا حضور کو ان کے والد ماجد کی قبر مبارک کی زیارت کروانا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کا فاصلہ تقریباً 300

---

1. سیرتِ ابنِ ہشام، ص 69
2. تاریخ یعقوبی، 2/10

میل (450 کلو میٹر) ہے اور یہ سارا راستہ تقریباً ریگستانی ہے، جسے طے کرنے کے لئے کسی ماہر راستہ شناس کا ساتھ ہونا انتہائی ضروری ہے، مگر سیدہ آمنہ نے حضور کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف جو سفر کیا تھا اس میں صرف حضرت ام ایمن بطورِ خادمہ آپ کے ساتھ تھیں اور آپ کا یہ کارواں (بظاہر) دو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ [1]

یہ کارواں یقیناً کسی بڑے قافلے کا حصہ تھا، اگرچہ یہ بات کسی بھی مستند سیرت نگار نے ذکر نہیں کی کہ آپ نے یہ سفر کسی بڑے قافلے کے ساتھ کیا تھا، مگر بعض باتوں کی وجہ سے اسے جھٹلانا بھی ممکن نہیں اور وہ یہ ہیں:

1. حضرت آمنہ کی سیرت کے تذکرہ میں کہیں بھی یہ نہیں ملتا کہ آپ اس سفر کے علاوہ کبھی مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے گئی ہوں۔ چنانچہ ریگستان کے پر پیچ راستوں سے آگاہی کے لئے ضروری تھا کہ آپ کسی ماہر راستہ شناس کے ہمراہ جاتیں اور چونکہ آپ کے ہمراہ کسی اور کا جانا ثابت نہیں، لہٰذا لازم آئے گا کہ آپ کسی قافلے کے ساتھ تھیں۔
2. حضرت عبد المطلب جیسے زیرک سردارِ قریش سے بھی یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ اپنے لاڈلے پوتے کو اس کی ماں کے ساتھ ہلاکت کے راستے پر جانے کی اجازت عطا فرمائیں گے، بلکہ بظاہر یہ قافلہ دو کمزور عورتوں اور ایک کم سن بچے پر مشتمل تھا، مگر اس کی حفاظت کا یقیناً آپ نے کوئی ایسا بہترین انتظام کیا ہو گا کہ جس پر اعتماد کی وجہ سے آپ نے مطمئن و بے فکر ہو کر یہ اجازت دی ہو گی۔

---

1. طبقات لابن سعد، 1 / 93

صحرائی سفر کی مشکلات سے آگاہی

ہماری اس بات کی تائید دورِ جدید کی مفکر ڈاکٹر بنتِ شاطی کی سیدہ آمنہ کی سیرت پر لکھی گئی کتاب سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں آپ فرماتی ہیں کہ جس وقت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس طویل اور دشوار سفر کا ارادہ کیا، وہ موسمِ گرما تھا، سورج کی تپش سے چٹانیں دہک رہی تھیں، چونکہ آپ صحرائی سفر کی صعوبتوں سے بے خبر نہ تھیں، لہٰذا آپ نے اپنی سواری اور زادِ راہ کی تیاری کی اور مکہ سے شمال (شام) کی طرف جانے والے پہلے قافلے کے ساتھ ہولیں۔ (1)

سیدہ آمنہ کا مدینہ منورہ میں قیام

مدینہ منورہ کا نام اس وقت چونکہ یثرب تھا، لہٰذا وہاں سیدہ آمنہ نے بنو عدی بن نجار کے ہاں دار النابغہ میں ایک ماہ تک قیام فرمایا۔ (2)

حضور کا اپنی والدہ کے ساتھ قیامِ مدینہ کو یاد کرنا

اس مہینا بھر قیام کے دوران جو واقعات پیش آئے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بعد ہجرت بسا اوقات ان یادوں کو تازہ فرمایا کرتے تھے، مثلاً جب اس مکان کو دیکھتے جہاں اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ قیام کیا تھا تو فرماتے: یہی وہ مکان ہے جس میں میری والدہ نے قیام کیا تھا، یہیں میرے والد ماجد کو بھی دفنایا گیا تھا اور پھر مزید یہ بھی ارشاد فرماتے کہ میں نے بنو عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنے میں مہارت حاصل کی تھی۔ (3)

---

1. ام النبی لبنتِ شاطی، ص136 تا137
2. طبقات ابن سعد، 1/93
3. طبقات ابن سعد، 1/93

یہود حضور کی حقیقت جان گئے

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے بھی اس وقت کی چند یادیں منقول ہیں۔ سیدہ آمنہ چونکہ حضور کے متعلق خوب آگاہ تھیں اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ یہود کو اگر ان کے لختِ جگر کی حقیقت معلوم ہو گئی تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے، لہٰذا آپ ہمیشہ محتاط رہتیں، مگر پھر بھی یہود کے کانوں تک یہ بات پہنچ ہی گئی اور وہ حضور کے آخری نبی ہونے کی تصدیق کرنے کے مختلف طریقے اپنانے کی کوشش کرنے لگے جس کے لئے وہ اس گھر تک بھی پہنچ گئے جہاں آپ کا قیام تھا، جب سیدہ آمنہ کو حضرت ام ایمن کی زبانی معلوم ہوا کہ یہود ان کے لختِ جگر کے متعلق ایسی ایسی باتیں کر رہے ہیں تو آپ ڈر گئیں اور آپ نے مزید قیام کرنا مناسب نہ جانا اور فوری کوچ کا ارادہ کر لیا۔[1]

خوش قسمتی سے واپسی پر بھی آپ کو ایک ایسا ہی بااعتماد قافلہ مل گیا کہ جس کے ساتھ آپ بحفاظت سفر کر سکتی تھیں۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی اور جب قافلہ ابوا کے مقام پر پہنچا تو طبیعت کی خرابی کی وجہ سے آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں اور وہیں ایک پہاڑی پر ہی آپ کی آخری آرام گاہ بنا دی گئی۔[2]

بی بی آمنہ کے اشعار:

حضرت آمنہ کے اس آخری سفر کے وقت اس قافلے میں چونکہ دیگر خواتین بھی ہم سفر تھیں، لہٰذا انہی میں سے ایک خاتون فرماتی ہیں کہ میں سیدہ آمنہ کے وصالِ پر ملال

---

❶ بدایہ ونہایہ، 1/238

❷ انساب الاشراف، 1/103

کے وقت ان کے پاس موجود تھی، حضور سیدِ عالم اپنی والدہ ماجدہ کے سر کی طرف کھڑے تھے، ان کی والدہ ماجدہ نے بوقتِ وصال حضور کو محبت سے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ مِنْ غُلَامٍ
يَاابْنَ الَّذِىْ مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامِ
نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْمُنْعَامِ
فُودِىَ غَدَاةُ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ
بِمِائَةٍ مِّنْ اِبِلٍ سَوَامٍ
اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِي الْمَنَامِ
فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْاَنَامِ
مِنْ عِنْدِ ذِى الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ
تُبْعَثُ فِى الْحِلِّ وَفِى الْحَرَامِ
تُبْعَثُ فِى التَّحْقِيْقِ وَالْاِسْلَامِ
دِيْنِ اَبِيْكَ الْبَرِّ اِبْرَاهَامِ
فَاللّٰهُ اَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنَامِ
اَنْ لَّا تُوَالِيَهَا مَعَ الْاَقْوَامِ

یعنی اے میرے نورِ نظر! اللہ پاک تم کو بابرکت کرے۔ اے اس عظیم باپ کے لختِ جگر! جس نے موت کے گھیرے سے نجات پائی۔ بڑے انعام والے بادشاہ اللہ پاک کی مدد سے کہ جس صبح کو قرعہ ڈالا گیا، 100 بلند اونٹ ان کے فدیہ میں قربان کیے گئے۔ (اے میرے لختِ جگر!) جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے اگر وہ درست ہے تو عزّت و

جلال والا رب حرم و غیر حرم ہی نہیں بلکہ ہر علاقے و مخلوق کا تمہیں پیغمبر بنائے گا، تم یقیناً حق و اسلام یعنی اپنے جد امجد حضرت ابراہیم کے دین پر مبعوث ہو گے۔ میں اللہ پاک کی قسم دے کر تمہیں کہتی ہوں کہ لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی دوستی نہ کر بیٹھنا۔ (1)

سیّدہ آمنہ کو اپنے لختِ جگر کی نبوت پر یقین تھا

سیدہ آمنہ رضی اللہُ عنہا نے اپنے لختِ جگر سے جو آخری کلام کیا تھا، وہ پہلے بیان ہو چکا ہے، چنانچہ آپ نے وقتِ وصال جو باتیں ارشاد فرمائیں وہ اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ آپ اللہ پاک کی وحدانیت کو ماننے والی اور دینِ ابراہیمی کی پیروکار تھیں، نیز آپ کو اپنے لختِ جگر کی نبوت پر یقین تھا۔ جیسا کہ سیدہ آمنہ کا یہ کلام نقل کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃُ اللہِ علیہ نے فتاویٰ رضویہ شریف میں تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت کی عبارت کا مفہوم کچھ یوں ہے:

حضرت خاتون آمنہ رضی اللہُ عنہا نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت اپنے لختِ جگر کو جو پاک وصیت کی، اَلْحَمْدُلِلّٰہ! ان الفاظ سے توحید کا اقرار اور شرک کی نفی بالکل واضح معلوم ہو رہی ہے، اس کے ساتھ دینِ اسلام اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ملت پاک کا بھی پورا اقرار موجود ہے۔ بلاشبہ یہ ایمان کامل ہے، پھر اس سے بالاتر حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی رسالت کا بھی اعتراف موجود اور وہ بھی اس وضاحت کے ساتھ کہ آپ کی بعثت عام ہو گی اور آپ ہر علاقے و ہر فرد کے نبی ہوں گے۔ (2)

---

1 مواہب لدنیہ، 1/88

2 فتاویٰ رضویہ جدید، 30/302

سیّدہ کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے آخری کلمات

ان اشعار کے بعد سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے مزید ارشاد فرمایا: كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيدٍ بَالٍ، وَكُلُّ كَبِيرٍ يَفْنَى وَاَنَا مَيِّتَةٌ وَذِكْرِی بَاقٍ وَقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَوَلَدْتُ طُهْرًا یعنی ہر زندہ موت کا مزہ چکھے گا، ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی اور ہر بڑی چیز فنا ہو جائے گی، میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا، میں نے ایک پاکباز بچے کو جنم دیا ہے۔ یہی وہ آخری کلمات تھے جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئے اور اس کے بعد آپ اس جہانِ فانی سے کوچ فرما گئیں۔[1]

آخری کلمات میں ایمانی فراست اور نورانی پیشین گوئی

اعلیٰ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے یہ کلمات نقل کرنے کے بعد گویا فرماتے ہیں: سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ میں جس ایمانی فراست اور نورانی پیشین گوئی کا تذکرہ خیر فرمایا ہے، وہ انتہائی قابلِ غور ہے کہ میں تو اس جہانِ فانی سے کوچ کرتی ہوں مگر میرا ذکرِ خیر ہمیشہ باقی رہے گا۔ کیونکہ عرب و عجم کی ہزاروں شہزادیاں، بڑی بڑی تاج والیاں خاک کا پیوند ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا، مگر اس طیبہ خاتون کے ذکرِ خیر سے مشرق و مغرب میں محافل و مجالس کے اہتمام سے زمین و آسمان گونج رہے ہیں اور ابد الآباد تک گونجیں گے۔[2] اِن شاءَ اللہ

بی بی آمنہ کے وصال پر جنات کے اشعار

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے اس آخری سفر کی داستان سنانے والی راویہ حضرت اسماء

---

1. مواھب لدنیہ، 1/88
2. فتاویٰ رضویہ، 30/303

بنتِ رہم رضی اللہُ عنہا کی والدہ ہیں، وہ مزید فرماتی ہیں کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہُ عنہا کا وصال ہوا تو ہم نے جنات کی آوازیں سنیں جو ان کے وصال پر نوحہ کر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

نَبْكِي الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْاَمِينَهْ

ذَاتَ الْجَمَالِ الْعَفَّةَ الرَّزِينَهْ

یعنی ہم اس عظیم خاتون کی موت پر رو رہے ہیں جو احسان کرنے والی، اطاعت کرنے والی اور امانت دار تھیں، وہ باجمال، پاکباز اور باوقار تھیں۔

زَوْجَةَ عَبْدِ اللهِ وَالْقَرِينَهْ

أُمَّ نَبِيِّ اللهِ ذِی السَّكِينَهْ

یعنی حضرت عبد اللہ کی زوجہ اور ساتھی تھیں، وہ صاحبِ سکینہ اللہ کے نبی کی ماں تھیں۔

وَصَاحِبِ الْمِنْبَرِ بِالْمَدِينَهْ

صَارَتْ لَدَى حُفْرَتِهَا رَهِينَهْ

جو مدینہ طیبہ میں منبر پر جلوہ گر ہوں گے، آہ! آج ان کی والدہ بھی قبرِ انور میں محوِ آرام ہو گئی ہیں۔ (1)

سبل الہدیٰ والرشاد میں مزید یہ اشعار بھی نقل ہیں:

لَو فُودِيَت لَفُودِيَت ثَمِيْنَهْ

وَلِلْمَنَايَا شَفْرَةٌ سَنِيْنَهْ

یعنی اگر ان کا فدیہ ادا کیا جاتا تو ان کا فدیہ انتہائی گراں بہا ہوتا، مگر آہ! اموات کے پاس تیز

---

❶ خصائص کبریٰ، 1/135

چھری ہوتی ہے۔

لَا تُبْقِی ظَعَّانًا وَلَا ظَعِیْنَہْ
اِلَّا اَتَتْ وَقَطَّعَتْ وَتِیْنَہْ

جو کسی مرد کو چھوڑتی ہے نہ کسی عورت کو، بلکہ اس کے پاس آتی ہے اور اس کی شاہ رگ کو کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔

اَمَّا ھَلَکْتِ اَیُّھَا الْحَزِیْنَہْ
عَنِ الَّذِی ذُو الْعَرْشِ یُعْلِی دِیْنَہْ

اے (اپنے بیٹے کو دنیا میں اکیلے چھوڑ جانے پر) غم میں مبتلا ہونے والی عظیم خاتون! آپ کی موت کا حکم اللہ پاک کی طرف سے ہے، (لہٰذا بے فکر رہیں) وہی آپ کے بیٹے کے دین کو غلبہ عطا فرمائے گا۔

فَکُلُّنَا وَالِھَۃٌ حَزِیْنَہْ
نَبْکِیْكِ لِلْعُطْلَةِ اَوْ لِلزِیْنَہْ
وَ لِلضَّعِیْفَاتِ وَ لِلْمِسْکِیْنَہْ

ہم سب غم زدہ و افسردہ ہیں، آپ کی جدائی و فراق پر رو رہے ہیں، ہمیں ہر کمزور اور ناتواں عورت کی موت (پر آپ کی یاد) رلایا کرے گی۔ (1)

حضرت عبد المطلب نے حضور کو سینے سے لگالیا

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا جب مکہ مکرمہ واپسی کے دوران ابوا کے مقام پر وصال ہو گیا اور حضور اکیلے رہ گئے تو آپ کی خادمہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے اپنی ہمت بر قرار

(1) سبل الہدیٰ والرشاد، 2/121

رکھی اور حضور کو ایک ماں کی طرح اپنے دامن میں سمیٹ کر واپس مکہ لے آئیں، جب آپ مکہ شریف پہنچیں اور حضور کو ان کے دادا حضرت عبد المطلب کے سپرد کیا تو اس وقت تک حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کو پانچ دن گزر چکے تھے۔ اس وقت حضور کو دیکھ کر حضرت عبد المطلب کا دل اتنا دکھا اور انہیں اتنا صدمہ ہوا کہ اپنے بیٹے یعنی حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کی موت کا بھی اتنا صدمہ نہ ہوا تھا۔[1] انہوں نے حضور کو اپنے سینے سے لگا لیا اور پھر ہمیشہ اپنے قریب رکھتے اور کوشش فرماتے کہ آپ کبھی ان کی آنکھوں سے دور نہ ہوں۔[2]

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا اگرچہ باندی تھیں اور حضور کو اپنے والد ماجد کی میراث میں ملی تھیں، مگر اللہ پاک نے ان کے دل میں حضور کی محبت اس طرح کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی گویا کہ وہی ان کی ماں ہوں یعنی اللہ پاک نے اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو ایک ماں کی شفقت سے محروم فرمایا تو اس کے بدلے حضرت ام ایمن کی شکل میں ایک اور ماں بھی عطا فرمائی کہ بعد میں بھی حضور جب انہیں دیکھتے تو فرمایا کرتے: اَنْتِ اُمِّی بَعْدَ اُمِّی یعنی میری ماں کے وصال کے بعد آپ ہی میری ماں ہیں۔[3]

---

❶ سیرت حلبیہ، 1/154

❷ دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص95

❸ سیرت حلبیہ، 1/154

ایمان والدین

پیارے آقا کے تمام آباؤ اجداد مومن تھے

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے والدین بلکہ حضور کے تمام آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السّلام تک سب کے سب **مومن** تھے (اور کوئی بھی مشرک نہ تھا)۔[1] جیسا کہ امام ابن حجر مکی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے سلسلہ نسب میں جتنے انبیائے کرام علیہمُ السّلام ہیں وہ تو انبیا ہی ہیں، ان کے سوا حضور کے جس قدر آباؤ امہات آدم و حوا تک ہیں ان میں بھی کوئی کافر نہ تھا کہ کافر کو پسندیدہ یا کریم یا پاک نہیں کہا جا سکتا اور حضور اقدس کے آباؤ امہات کی نسبت حدیثوں میں تصریح فرمائی گئی کہ وہ سب پسندیدہ بارگاہِ الٰہی ہیں، باپ دادا سب کریم اور مائیں سب طاہرات ہیں۔[2] چنانچہ،

حضور کے باپ دادا کو مومن نہ جاننا کیسا؟

اگر کوئی حضور کے والدین کریمین کے متعلق یہ نظریہ رکھے کہ وہ مومن نہ تھے تو اس کے لئے قاضی امام ابو بکر ابن العربی مالکی رحمۃُ اللہِ علیہ کا یہ فتویٰ ہی کافی ہے کہ ایک مرتبہ ان سے ایک شخص کے متعلق شرعی حکم پوچھا گیا جو یہ کہتا ہے کہ حضور کے آباؤ اجداد جہنم میں ہیں، تو آپ نے فرمایا: یہ شخص ملعون ہے، کیونکہ اللہ پاک نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝۵۷ (پ22، الاحزاب:57) ترجمہ کنز العرفان: بیشک جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور

---

1 اشعۃ اللمعات، 765/1

2 المنح المکیہ، ص100

آخرت میں اللہ نے لعنت فرما دی ہے اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ چنانچہ اس سے بڑی اذیت کیا ہو سکتی ہے کہ حضور کے والدین کریمین کے بارے میں ایسا کہا جائے۔[1]

حضور کے والدین مومن تھے

تین باتوں کی وجہ سے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور کے والدین مومن و نجات یافتہ ہیں، وہ تین باتیں یہ ہیں:

1-وہ دینِ ابراہیمی کو ماننے والے تھے

حضور کے والدین مشرک نہ تھے، بلکہ وہ ساری زندگی حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دین پر ثابت قدم رہے، اللہ پاک کی وحدانیت اور یومِ قیامت پر ان کا پختہ یقین تھا، جیسا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہُ عنہا نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت حضور کو جو وصیت کی اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ موحد اور مومن تھیں، نیز دینِ اسلام اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ملت کو بھی ماننے والی تھیں۔[2]

امام جلال الدین سیوطی رحمۃُ اللہِ علیہ نے امام رازی رحمۃُ اللہِ علیہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ انبیائے کرام کے آباؤاجداد (مومن ہوتے ہیں) کافر نہیں ہوتے۔[3] چنانچہ، حضور کے والدین بھی مومن ہی تھے اور کفر سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا، اس کی ایک دلیل اللہ پاک یہ فرمانِ عالیشان ہے: وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ (پ19، الشعراء:219) ترجمہ کنز العرفان:

---

1. الحاوی للفتاوی، 2/279
2. فتاویٰ رضویہ جدید، 30/302
3. مسالک الحنفاء، ص40

اور نمازیوں میں تمہارے دورہ فرمانے کو (دیکھتا ہے)۔ کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہُ عنہما سے مروی ہے کہ یہاں مراد یہ ہے کہ جب آپ کا نور یکے بعد دیگرے آپ کے اجداد کی پشتوں سے منتقل ہوتے چلا آرہا تھا، یہاں تک کہ آپ کی والدہ ماجدہ کے ذریعے آپ کا ظہور ہوا تو اس وقت بھی آپ کا رب آپ کو دیکھ رہا تھا۔[1]

اس مفہوم کی صورت میں اکثر مفسرین و علمائے کرام نے اس آیت سے حضور کے والدین کریمین کے مومن ہونے پر استدلال کیا ہے اور اہلِ سنت کے کثیر جلیل القدر علمائے کرام کا یہی مسلک ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حضور کے والدین کریمین کے حق میں بے ادبی کے کلمات کہتا ہے تو اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔[2]

2-زمانہ فترت میں وصال

حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے بعد حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے اعلانِ نبوت فرمانے تک کے زمانے کو زمانہ فترت کہا جاتا ہے، اس زمانے کے لوگ تین طرح کے تھے:

- جنہوں نے اپنے نورِ بصیرت سے اللہ پاک کی وحدانیت کا اقرار کیا، ان میں سے بعض کسی شریعت کے تابع ہوئے جیسے قوم تبع، ان کا حکم ان اہل دین کی طرح ہے جو دین میں داخل تو ہوئے مگر ان تک اسلام نہ پہنچ سکا۔ جبکہ بعض نے کسی شریعت کو اختیار نہ کیا جیسے زید بن عمرو بن نفیل۔ چنانچہ ان کے متعلق حضور کا فرمان ہے کہ وہ امت واحدہ کی طرح اٹھائے جائیں گے۔

---

1. دلائل النبوۃ لابی نعیم، ص29، حدیث:17
2. تفسیر روح المعانی، الجز19، 10/184

- جو مشرک وبت پرست ہو گئے، ان کے متعلق مروی ہے کہ یہ کافرو جہنمی ہیں۔
- جو اپنی غفلت کی بنا پر ہر قسم کے عقیدے سے بے نیاز رہے، انہوں نے شرک کیا نہ توحید کا عقیدہ اپنایا اور نہ کسی نبی کی شریعت کے تحت آئے۔ چنانچہ یہی لوگ اہلِ فترت ہیں اور ان کا شمار بھی ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں قطعی طور پر عذاب نہ دیا جائے گا۔[1]

حضور کے والدینِ کریمین کا تعلق بھی چونکہ اسی زمانہ فترت سے تھا، کیونکہ وہ حضور کے اعلان نبوت سے پہلے وفات پا گئے اور ان تک حضور کی دعوتِ ایمان پہنچی ہی نہیں، لٰہذا ہر گز ہر گز ان حضرات کو کافر نہیں کہا جاسکتا بلکہ مومن ہی کہا جائے گا۔[2]

حضور کے والدین کریمین کے مومن و جنتی ہونے اور عذابِ جہنم میں مبتلا نہ ہونے کے حوالے سے دورِ جدید کے ایک مفکر کا یہ تبصرہ انتہائی خوبصورت ہے کہ حضور کے والدینِ کریمین نے فترت کا زمانہ پایا تو وہ کیونکر عذاب میں مبتلا ہو سکتے ہیں، یہ بات دینی حقائق کے سراسر خلاف ہے، والد ماجد تو حضور کی پیدائش سے پہلے وفات پا گئے اور والدہ ماجدہ نے بھی جب وفات پائی تو حضور ابھی کم عمر تھے اور رسالت کا اعلان نہ فرمایا تھا۔ اس لئے ایسی تمام روایات و باتیں جو حضور کے ماں باپ کے مومن نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں، درست نہیں۔ بلکہ جب میں یہ تصور کرتا ہوں کہ حضرت عبد اللہ اور حضرت آمنہ نار میں ہیں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص میرے کان اور میرے فہم پر ہتھوڑے مار رہا ہے، کیونکہ عبد اللہ وہ نوجوان تھے جن کا شعار صبر تھا، وہ اپنے باپ کی نذر

---

1. مسالک الحنفاء، ص38بتغیر
2. اشعۃ اللمعات، 1 / 765

کے مطابق ذبح ہونے پر راضی تھے اور اپنی رضامندی سے آگے بڑھ کر اپنے سر کا نذرانہ پیش کیا اور جب قریش نے سو اونٹ بطورِ فدیہ دینے کے لئے کہا تو اس پر بھی بخوشی رضا مند ہوگئے، وہ عبد اللہ جو اپنے بے پایاں حسن و شباب کے باوجود لہو و لعب سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور جب ایک دوشیزہ نے دعوتِ گناہ دی تو جھٹ اسے جواب دیا: **تم مجھے حرام کے ارتکاب کی دعوت دیتی ہو اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔** ایسا پاکباز اور صدق شعار نوجوان آخر کیونکر آگ میں ہو سکتا ہے۔ رہیں حضور کی والدہ ماجدہ تو وہ بھی ایسی خاتون ہیں جن کو شادی کے فوراً بعد اپنے شوہر کی اچانک موت کا صدمہ پہنچا تو انہوں نے صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا، اپنے بچے کو یتیم اور نادار پایا تو پھر بھی جزع فزع نہ کی، بلکہ صبر کو اپنا شعار بنایا، کیا کوئی شخص تصور کر سکتا ہے کہ ایسی حور صفت خاتون آگ میں ہو گی۔(1)

مزید فرماتے ہیں: ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جس پر ہم تمام احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد پہنچے ہیں کہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے والدین کریمین نے وہ زمانہ پایا جس میں رسولوں کی آمد نہ ہوئی اور وہ دونوں ہدایت اور اخلاقِ کریمہ کے بالکل قریب تھے جو بعد میں ان کے لختِ جگر نے بطورِ شریعت دنیا کو پیش کی۔ نیز قرآنی آیات اور احادیثِ صحیحہ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دوزخ میں ڈالے جائیں، حضور کی والدہ وہ مجاہدہ ہیں جو سراپا صبر تھیں، اپنے بیٹے کے ساتھ بڑی شفیق تھیں، انہیں آگ کیسے چھو سکتی ہے، کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آگ میں جلائے جانے کی مستحق ہیں، بلکہ دلائل تو اس بات کے شاہد ہیں کہ ان کی اور ان

---

(1) خاتم النبیین، ص160

کے شوہر کی جو ذبیح اور طاہر کے لقب سے ملقب تھے، پر تحسین کے پھول برسائے جائیں۔
مزید فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ نتیجہ اخذ کرنا اس لئے نہیں کہ ہمارے دل میں اللہ کے رسول کی محبت ہے جو ہم سے اسی نتیجے کی متقاضی ہے، بلکہ ہم اس نتیجے پر اس لئے پہنچے ہیں کہ عقل، منطق، خلق مستقیم کا قانون، شریعت کے مضبوط دلائل اور اغراض و مقاصد ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم یہی نتیجہ نکالیں (کہ حضور کے والدین مومن و جنتی ہیں)۔[1]

3-احیائے ابوین

اللہ پاک نے حضور کے لئے حضور کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ حضور پر ایمان لے آئے۔ حفاظ محدثین کا ایک بہت بڑا گروہ اسی بات کا قائل ہے، مثلاً ابنِ شاہین، خطیب بغدادی، امام سہیلی، امام قرطبی اور محب طبری وغیرہ۔ ان سب نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے ابنِ شاہین[2] اور خطیب بغدادی[3] وغیرہ نے ضعیف سند کے ساتھ سیدہ عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کے ساتھ مقامِ حجون سے گزرے تو نہایت ہی غمگین و پریشان تھے، آپ کافی دیر وہاں ٹھہرے، پھر واپس لوٹے تو نہایت ہی خوش و خرم تھے، سیدہ عائشہ نے پوچھا تو ارشاد فرمایا: **میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گیا اور اللہ پاک سے ان کے زندہ کرنے کے لئے عرض کی تو اس نے انہیں زندہ فرمایا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر اللہ پاک نے انہیں واپس لوٹا دیا۔**
اس روایت کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے، بلکہ بعض نے موضوع بھی کہا ہے،

---

1. خاتم النبیین، ص 161
2. ناسخ الحدیث ومنسوخہ لابن شاہین، ص 592، حدیث: 646
3. السابق واللاحق، ص 344

لیکن درست یہی ہے کہ یہ ضعیف ہے، موضوع نہیں۔[1] چنانچہ،

امام سہیلی یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اللہ پاک ہر شے پر قادر ہے، اس کی رحمت اور قدرت کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں اور اس کے محبوب کی شان بھی ہے کہ وہ ان پر جس قدر چاہے اپنی نوازشات اور کرم کی بارش فرمائے۔[2]

والدین کا زندہ ہونا حضور کی نوازشات میں سے ہے

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ حضور کے فضائل و کمالات میں وصال تک اضافہ و ترقی ہوتی رہی، لہٰذا آپ کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا انہی نواشات میں سے ہے اور یہ بات عقلاً محال ہے نہ شرعاً۔ کیونکہ قرآنِ کریم میں بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کے متعلق بتایا، حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مردوں کو زندہ فرماتے اور ہمارے نبی کے ہاتھوں بھی مردوں کی ایک پوری جماعت زندہ ہوئی، جب یہ سب کچھ ثابت ہے تو حضور کے کمال و اعزاز میں اضافہ کرتے ہوئے آپ کے والدین کے زندہ ہو کر ایمان لانے میں کون سی رکاوٹ ہے؟[3]

والدین کریمین کو زندہ کرنے کی وجہ

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: حضرات ابوین کریمین کا انتقال عہدِ اسلام سے پہلے تھا تو اس وقت تک صرف اہلِ توحید و اہلِ لا الٰہ الا اللہ تھے، اس کے بعد اللہ پاک نے اپنے محبوب کے صدقے ان پر اتمامِ نعمت کے لئے اصحابِ کہف کی طرح انہیں زندہ کیا کہ

---

1. مسالک الحنفاء، ص85
2. الروض الانف، 1/299
3. التذکرہ باحوال الموتی، ص19

حضور پر ایمان لا کر، شرف صحابیت پا کر آرام فرمایا۔ لہٰذا حکمت الٰہیہ کہ یہ زندہ کرنا حجۃ الوداع میں واقع ہوا جبکہ قرآنِ کریم پورا اتر لیا اور اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔) نے نزول فرما کر دینِ الٰہی کو تام وکامل کر دیا تاکہ ان کا ایمان پورے دین، کامل شرائع پر واقع ہو۔[1] البتہ! یاد رہے! حضور کے والدین کریمین کے ایمان و کفر پر ہونے کا مسئلہ چونکہ قطعی ہے نہ اجماعی۔ لہٰذا اگر ادب کا لحاظ رکھنا درست نہ ہو تو بھی بے ادبی و گستاخی کی راہ اپنا کر حضور کی تکلیف کا سامان کرنے سے لاکھ درجے بہتر ہے۔[2]

---

❶ فتاویٰ رضویہ، 30/285

❷ فتاویٰ رضویہ، 30/289 مفہوماً

نیک نمازی بننے کے لیے

ہر جمعرات بعد نمازِ مغرب آپ کے یہاں ہونے والے دعوتِ اسلامی کے ہفتہ وار سُنّتوں بھرے اجتماع میں رِضائے الٰہی کے لیے اچھی اچھی نیّتوں کے ساتھ ساری رات شرکت فرمایئے ❁ سُنّتیں سیکھنے سکھانے کے لیے عاشِقانِ رسول کے ساتھ ہر ماہ کم از کم تین دن مَدَنی قافلے میں سَفَر کیجئے ❁ روزانہ اپنے اَعمال کا جائزہ لے کر "**نیک اَعمال**" کا رِسالہ پُر کرکے ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو اپنے یہاں کے شعبۂ اِصلاحِ اَعمال کے ذِمّے دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے۔

میرا مَدَنی مَقْصد: "**مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کرنی ہے۔**" اِنْ شَآءَاللّٰہُ الْکریم۔ اپنی اِصلاح کے لیے رسالہ: نیک اَعمال کے مُطابِق عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش کے لیے سُنّتیں سیکھنے سکھانے کے "**مَدَنی قافلوں**" میں سَفَر کرنا ہے، اِنْ شَآءَاللّٰہُ الْکریم۔
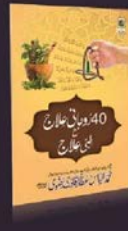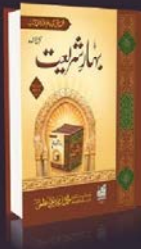
فیضانِ مدینہ، محلّہ سوداگران، پرانی سبزی منڈی، باب المدینہ (کراچی)
UAN: +92 21 111 25 26 92 Ext: 2650
Web: www.dawateislami.net / Email: ilmia@dawateislami.net